رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۷۹

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی

ریویو آف ریلیجنز اردو رسالہ

ایڈیٹر:- قاضی محمد ظہور الدین اکمل

چندہ سالانہ ہندوستان میں تین روپیہ ہندوستان سے باہر ساڑھے تین روپیہ

نمبر (۱۱) | نومبر ۱۹۲۴ء مطابق ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ | جلد (۲۳)

فہرست مضامین

تأہل یا تجرد ۴۸۱/۴۹۳ ڈاکٹر محمد شاہ نواز خان صاحب ایم بی بی ایس

ابطال قدامت مادہ ۴۹۴/۵۰۲ سید صادق حسین صاحب مختار عدالت اٹاوہ

مولوی ثناء اللہ کی علمی قابلیت ۵۰۲/۵۰۵ مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری (مولوی فاضل)

المسیح الدجال ۵۰۶/۵۱۲ اکمل

کابل کے متعلق کشف، شہادت نعمت اللہ خاں، اخبارات کے آراء ۵۱۳/۵۲۱ اکمل

آفتاب صداقت کا طلوع مغرب میں (امام جماعت احمدیہ لنڈن) ۵۲۱/۵۲۸ اکمل

مسٹر گاندھی کا اصلی فوٹو — ۵۲۹ - منقول

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں منشی عبدالرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر چھپ کر شائع ہوا

عاقبت کی کچھ کرو تیاریاں

خطاب بہ نفس

(از جناب ڈاکٹر سید میر محمد اسمٰعیل صاحب)

چل رہی ہیں زندگی پر آریاں
ہو رہی ہیں موت کی تیاریاں

اتقیا اور اشقیا سب چل بسے
اپنی اپنی یاں بھگت کر باریاں

خاتمہ کا فکر کر لے اے مریض
پیشرو ہیں مرگ کی بیماریاں

جب فرشتہ موت کا گھر میں گھسا
ہو گئیں بیسود آہ و زاریاں

زندگی تک کے ہیں یہ سب جاں نثار
سانس چلنے تک کی ہیں سب یاریاں

جیتے جی جتنا کوئی چاہے بنے
بعد مردن ختم ہیں عیاریاں

حشر میں پرسش ہے بس اعمال کی
کام آئیں گی نہ رشتہ داریاں

کس نشے میں جھومتا پھرتا ہے تو
رنگ لائیں گی یہ سب میخواریاں

کھینچ کر لیجائیں گی سوئے سقر
نفس امارہ کی بدکرداریاں

طائر جاں جب قفس سے اڑ گیا
ساتھ ہی اڑ جائیں گی طراریاں

چاہیئے فکرِ حسابِ آخرت
عاقبت کی کچھ کرو تیاریاں

ہے یہ دنیا دشمنِ ایمان و دیں
یاد ہیں اسکو بہت مکاریاں

جب تلک باطن نہ تیرا پاک ہو
کام کیا آئیں گی ظاہرداریاں

کچھ کما لے نیکیاں اے جانِ من
تا نہ ہوں اگلے جہاں میں خواریاں

کچھ اٹھا دے دل سے غفلت کے حجاب
کچھ دکھا دے کر کے شب بیداریاں

کچھ عمل اخلاص کے درکار ہیں
ہو چکیں بے حد ملمع کاریاں

تجھکو مسلم پائے جب آئے اجل
ہیں اسی میں جملہ برخورداریاں

خاک میں ملنے سے پہلے خاک ہو
روکتی نیکی سے ہیں خودداریاں

خدمتِ اسلام میں خود کو لگا
چھوڑ دے للہ اب بیکاریاں

خادمِ دینِ متیں ضائع نہ ہو
ایسی خدمت سے ملیں سرداریاں

کر توجہ عادت و اخلاق پر
ترک کر دے سختیاں خونخواریاں

رفق کو اپنا بنالے تو رفیق
چھوڑ دے خلقت کی دل آزاریاں

روح کو کردے مبادا تو ہلاک
کرتے کرتے تن کی خاطرداریاں

ہمنشیں انکا نہ ہوگا نامراد
صادقوں سے کچھ لگا لے یاریاں

ہوں بدی سے پاک نیت اور عمل
خود بخود صادر ہوں نیکوکاریاں

چاہتا ہے گر ابد کی زندگی
کر فنا کے واسطے تیاریاں

یار کے کوچے کی ہو جا خاکِ راہ
اسکی چوکھٹ پر ہوں آہ و زاریاں

کر قبول اپنے لئے دیوانہ پن
چھوڑ کر چالاکیاں ہشیاریاں

دل سے راضی ہو ہر اک ذلت پہ تو
ہوں نہ تجھکو عار خدمتگاریاں

جاہ اور اولاد و عزت جان و مال
توڑ دے ان سے تعلق داریاں

آتشِ دوزخ ہوئی اس پر حرام
عشق کی جس دل میں ہوں چنگاریاں

رنگ میں احمد کے ہو رنگین تو
اور دکھا اس قسم کی گلکاریاں

تب کہیں جا کر وہ محبوبِ ازل
خاکساروں کی کرے دلداریاں

جنتی ہو جائے تیری زندگی
جب وہ ہی کرنے لگے غمخواریاں

موت کا دن پھر بنے یوم التلاق
اور جنازہ - وصل کی تیاریاں

بے عنایاتِ خدا کار است خام
پختہ داند ایں سخن را - والسلام

احباب کرام توجہ فرمائیں یہ رسالہ ان دوستوں کے نام وی پی جارہا ہے جنہوں نے تاحال ۱۹۲۶ء کا چندہ ادا نہیں فرمایا امید ہے وصول فرما کر شکریہ لینگے۔

ریویو کی خریداری بہت کم ہے اخراجات طبع بھی ادا نہیں ہو سکتے دوست توجہ فرمائیں اور اس کے لئے اشتہار بھی بھجوائیں ٭

مینجر ریویو آف ریلیجنز (اردو) قادیان ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تأہل یا تجرّد

متأہل و مجرد زندگی کا مقابلۃً انسان کی صحت اور اخلاق پر اثر

تجرد کا خیال قدیم سے ہندوؤں میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ان کے مہاتما سوامی اور رشی تجرد یعنی برہم چاریہ کی تعلیم دیتے آئے ہیں۔ عیسائیوں میں بھی یہ رسم پرانی ہے۔ چنانچہ یورپ میں سب سے گرجے جنکو مانسٹری کہتے ہیں اسی خیال سے بنائے گئے۔ اور ان میں عورتوں اور مردوں کو تجرد کی حالت میں رہنے کی تعلیم دی گئی۔ مجرد مردوں کو مانک اور مجرد عورتوں کو نن کہتے ہیں۔

موجودہ زمانے میں بھی ہندوؤں کے بعض فرقے تجرد یعنی برہم چاریہ پر بہت زور دیتے ہیں اور اس کے فوائد بیان کر کے لوگوں کو ساری عمر برہم چاریہ رہنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ بلکہ بعضوں نے اس پر عمل کر کے بھی دکھایا ہے۔ آجکل بھی یورپ میں کئی ایسے گرجے (مانسٹری) مل جائینگے۔ جن میں سینکڑوں مانک اور ہزاروں نن ساری عمر مجرد رہنے کی قسم کھا کر رہتے ہیں۔ چنانچہ نئی روشنی اور تہذیب کے دلدادہ بہت سے مرد اور عورت نہ صرف یورپ بلکہ ہندوستان میں بھی ایسے پیدا ہو گئے ہیں۔ جو تجرد کو اختیار کرنا انسانی کمالات کے لئے ضروری خیال کرتے ہیں۔ اور تأہل کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

جہاں تک میرا خیال ہے۔ ہندوؤں میں یہ خیال شادی کے پاکیزہ رشتہ کو نہ سمجھنے اور جماع کے اغراض و مقاصد کی خلاف ورزی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے لوگ کثرت جماع اور دیگر ذرائع سے اس پاک تعلق کو بدنام کرتے ہیں۔ اور اپنی طاقت کو اس طرح ضائع کر کے جسم اور دماغ کو سخت نقصان پہنچاتے ہیں۔ مگر اس کا علاج یہ نہ تھا۔ کہ شادی کے رشتہ کو ہی جڑ سے کاٹ دیا جاتا۔ بلکہ اس کا بہترین طریق

اصلاح یہ تھا کہ ان لوگوں کو اس جوہر زندگی کا جائز اور مناسب استعمال سکھایا جاتا۔ اور ان کو شادی کے اغراض و مقاصد بتا کر اعتدال کے ساتھ اس طاقت کو خرچ کرنے کی تعلیم دی جاتی۔

یورپ میں یہ مرض فرقۂ اناث میں خاص طور پر ترقی پر ہے۔ بلکہ ان میں ایک فرقہ ایسا پیدا ہو گیا ہے۔ جو تأہل کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس خلاف عقل تعلیم کا مضر اثر بہت جلدی یورپ میں پھیل رہا ہے۔ اور ہندوستان میں بھی۔ ان کے کئی ہم خیال مرد و عورت پیدا ہو گئے ہیں۔ یوروپین عورتوں کی تأہل سے نفرت کی بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ یورپ کی تہذیب نے اُن کے دلوں میں آزادی کی ایک ایسی گندی روح پھونک دی ہے۔ کہ وہ بیوی بننا اپنی شان سے بعید سمجھتی ہیں۔ اور حمل رضاعت انتظام خانہ داری اور شوہر کی اطاعت کی تکلیف کو گوارا نہیں کر سکتیں۔ کیونکہ اس طرح ان کی آزادی میں فرق آتا ہے۔ اور خاص ایام حمل اور ایام رضاعت میں سوسائٹی۔ کلب اور ناچ گھر کی غیر حاضری ان کے لئے دوبھر ہو جاتی ہے۔ اس طرح انہوں نے آزادی کی خاطر شادی کے پاک تعلقات کو بالکل منقطع کر دیا ہے۔

مردوں میں یہ خیال اس طرح پیدا ہو گیا ہے۔ کہ بعض تو غربت کی وجہ سے اور بعض اپنے ہم خیال ساتھی کے نہ ملنے کی وجہ سے تجرد کو اختیار کر بیٹھے ہیں۔ اور کئی ایک معاشرہ کی ناچاقیوں اور آپس کی رنجش کی وجہ سے تأہل کو خیرباد کہہ چکے ہیں۔ مگر ان فرقوں میں تأہل سے نفرت کی بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ ان کو موجودہ آزادی اور مرد و عورت کے کھلے میل جول کے زمانہ میں اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کا کافی موقع مل جاتا ہے۔ اس لئے وہ شادی کی تکالیف اور پابندیوں کو جو اس پاک رشتہ کے بعد میاں بیوی دونوں پر عائد ہوتی ہیں۔ اپنے اوپر لینا پسند نہیں کرتے۔

اس کے برخلاف اسلام یہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ تم جان بوجھ کر تجرد اختیار نہ کرو۔ بلکہ جو شخص جسمانی اور مالی طاقت رکھتا ہے۔ وہ ضرور شادی کر لے۔ اس طرح متأہل زندگی کو اسلام نے مجرد زندگی پر ترجیح دی ہے۔ رہبانیت کو اسلام نے جائز نہیں رکھا۔ (لا رھبانیۃ فی الاسلام) قرآن عظیم الشان کہ جس کے اوامر قوانین صحت پر مؤسس ہیں یوں امر فرماتا ہے۔ وانکحوا الایامیٰ منکم والصالحین من عبادکم وامائکم وان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ واللہ واسع علیم۔ (النور)

ترجمہ۔ اور بیاہ دو رانڈوں کو تم میں سے اور جو نیک ہوں تمہارے غلام اور لونڈیاں۔ اگر وہ مفلس ہوں۔ اللہ غنی کر دیگا ان کو اپنے فضل سے۔ اور اللہ وسعت والا جاننے والا ہے۔

ایک طرف تو یورپ کے بعض نادان فقر کے ڈر سے شادی کے رشتہ کو خیرباد کہہ چکے ہیں۔ اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کہتا ہے۔ کہ تم شادی کرو میں تم کو غنی کر دونگا۔ احادیث شریف سے بھی ثابت ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ازدواج کی طرف زیادہ رغبت اور تشویق فرمائی ہے (من ترک التزوج مخافۃ الفقر فلیس منّا) اس سے ظاہر ہے۔ کہ تجرد کے سبب جو فسق و فجور ظہور میں آتے ہیں۔ از روئے شریعت کس قدر مذموم اور مقبوح ہیں۔ اور رسول اللہ صلعم نے یہ فرما کر کہ عورتوں میں سے بہتر وہ ہے جو زیادہ جنے۔ اور جنت ماؤں کے پاؤں کے نیچے ہے۔ ان کو والدہ بننے کی ترغیب دلائی ہے۔ میرا موضوع اس وقت متأہل و متجرد زندگی کا مقابلہ اور ان دونو حالتوں کا انسان کی صحت و اخلاق پر اثر ہے۔ میں انشاء اللہ اس مضمون میں دونو کا مقابلہ کر کے یہ ثابت کرونگا کہ مجرد زندگی کا انسان کی صحت و اخلاق پر مضر اثر پڑتا ہے۔ اور اسکے برخلاف تأہل کے فوائد کو بیان کر کے یہ بتاؤنگا کہ انسان کی صحت اور اخلاق کو درست رکھنے۔ اور انسانی طاقتوں اور خوبیوں کو کمال تک پہنچانے کے لئے شادی کا رشتہ کیسا ضروری ہے۔ اور اس طرح اسلام کے اس پاک حکم کی حکمت اور عظمت کو ظاہر کرونگا۔ جس کے مطابق تأہل کو پسندیدہ اور ضروری اور تجرد کو مقبوح اور مضر فعل قرار دیا گیا ہے۔

حکمت کی رو سے تأہل اور تجرد کا بیان

موجودیت بنی آدم و بقائے کافۂ اقوام و امم قانون ازدواج کے ساتھ قائم ہے۔ جو کہ افراد جمعیت کے اتحاد کے لئے ایک رابطہ اخلاق ہے۔ ازدواج کا نتیجہ حیات اور محبت کا نتیجہ سعادت ہے۔ مرد کا حقیقتاً مرد ہونا۔ اور عورت کا صحیحاً عورت ہونا ازدواج سے ظاہر ہوتا ہے۔ جس کا مقصد بقائے عمر و صحت و تکثیر نوع بشر اور اس ذریعہ سے عالم انسانیت کی خدمت ہے۔ سب ذوالحیات قانون ازدواج کی تابع ہیں۔ نباتات سے لیکر انسان تک سب ذی روح مخلوق قانون عشق و زوجیت کے پابند ہیں۔ انسان فطرتی طور پر گوشۂ خلوت میں زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ اس لئے وہ دوسرے

ہم جنسوں سے ملنے پر مجبور ہے۔ اور یہ جمعیت مرد و عورت کے اجتماع اور اشتراک سے ہی ممکن ہے۔ اس لئے ازدواج انسانیت کا ایک رکن عظیم ہے۔ ازدواج کا ایک اور فائدہ یہ ہے۔ کہ اس سے اخلاق حسنہ پیدا ہوتے ہیں۔ انسان سعی اور کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اور طریق معشیت کے لئے ازدواج ایک رہبر ہے۔

تاریخ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ پرانے زمانے میں بھی ازدواج ہر وقت اور ہر قوم کے نزدیک ممدوح اور تجرد ہمیشہ مقبوح رہا ہے۔

ازدواج کا نتیجہ حیات۔ اور تجرد باعث ممات ہے۔ بنی اسرائیل میں جو شخص کہ ایک آدمی زیادہ کرلے۔ اس کا عند اللہ و عند الناس ماجور ہونا اسرائیلیوں کو خوب معلوم تھا۔ کیا آثوری اور بابلی۔ کیا مصر کے قدیم باشندے۔ ان سب کے نزدیک ازدواج ممدوح اور تجرد مقبوح تھا۔ یونان کے قدیم باشندوں کے نزدیک ازدواج نہایت ضروری تھا یونان کے مشہور فلاسفر سقراط۔ افلاطون اور ارسطالیس نے ثابت کیا ہے۔ کہ ازدواج ایک خدمت ہے۔ جو وطن اور ملت کے بقا کے لئے کی جاتی ہے۔

یونان اور آدم کے قوانین تزاید قوم کی غرض سے لوگوں کو ازدواج کی ترغیب دیتے اور زیادہ اولاد والوں کو انعام اور تجرد اختیار کرنے والوں کو سزا دیتے تھے۔ متأہل لوگوں کی نسل باقی رہتی ہے۔ بدکاری سے باز رہتے ہیں۔ اور بہت سی مہلک بیماریوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

اگر کوئی جانور اس حس عجیب کا تابع نہ ہوتا۔ اور کوئی پھول غبار طلع کو جمع نہ کرتا۔ تو دنیا میں نہ کسی جانور کا اثر باقی رہتا اور نہ کسی درخت کا نام و نشان پایا جاتا۔ ازدواج ہم جنسوں کے ازدیاد کا وسیلہ ہے۔ حب الوطن کا موجد اور اقوام کے اتحاد کا ایک ذریعہ ہے۔ عمداً مجرد رہنا خود کشی کی ایک قسم ہے۔ تجرد منبع فساد و فسق ہے۔ اور اس کا نتیجہ خباثت ہے۔ الحاصل سچ تو یہ ہے۔ کہ تجرد اختیار کرنا دام تزویر کے سوا اور کچھ نہیں۔

حفظ صحت کی رو سے تأہل و تجرد

یہاں پر تجرد سے مراد عمداً یعنی جسمانی و مالی طاقت رکھنے کے باوجود ساری عمر بغیر شادی کے گزارنا ہے۔ ورنہ یاد رہے کہ یہ عاجز بلوغت سے پہلے ہر مرد و عورت کو بہم جاریہ رہنے کے اصول کے خلاف نہیں۔ حفظ صحت کی رو سے نہایت ضروری ہے

کہ بالغ ہونے سے پہلے ہرگز کسی قسم کا نفسانی یا شہوت کا خیال دل میں نہ آنے پائے۔ اور نہ ہی اعضائے مخصوصہ کو کسی طرح پر استعمال کر کے اپنی قوّت کو پیش از وقت استعمال دیگر اپنی صحت و اخلاق کو خراب کیا جائے۔ اس عمر میں تجرد یا برہم چاریہ رہنے کے خلاف اسلام نہیں ہے۔ بلوغت کے بعد بھی صرف ان پر تأہل فرض ہے۔ جو جسمانی اور مالی طاقت رکھتے ہوں۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ مجرد غم اور فکر خانہ داری سے آزاد رہتے ہیں۔ اور تجرد اختیار کرنے والی عورتیں حمل کی تکالیف۔ اور تولید کی مشکلات سے اور بچوں کی پرورش اور گھر کے کاموں سے بچی رہتی ہیں۔ تو یہ ثابت کرنا پڑیگا۔ کہ مجرد رہنے والے متاہلوں سے زیادہ لمبی عمر پاتے ہیں اور بہت سی امراض سے محفوظ رہتے ہیں۔ مگر یہ واقعات کے خلاف ہے۔ کیونکہ مردم شماری کے دفتروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مقابلتاً مجرد لوگ متاہل لوگوں سے زیادہ مرتے ہیں پس ثابت ہُوا۔ کہ یہ خیال غلط و باطل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مجرد مرد اپنے مرضی سے آزادانہ زندگی بسر کرتا ہے۔ لیکن یہ طرز اس کے لئے مفید نہیں۔ کیونکہ اس کے کسی کام میں انتظام اور قرار نہیں ہوتا۔ کھانے کا وقت سونے کا وقت مقرر نہیں۔ سب اپنی مرضی پر موقوف ہے۔ اس لئے مجردوں میں عموماً بدہضمی کی شکایت رہتی ہے۔ اور علی الخصوص شرابخوری اور زناکاری کے سبب سے دوسری بھی بہت سی مُہلک امراض پائی جاتی ہیں جس کی وجہ سے یہ لوگ زیادہ مرتے ہیں۔ اس کے بالمقابل متاہل لوگ ایک انتظام کے ماتحت زندگی بسر کرتے ہیں۔ بی بی کی خدمت۔ بچوں کا پیار و محبّت انسان کی صحت و سلامتی اور حصول سعادت کے لئے کافی ہے۔

ڈاکٹر فان سٹین کا خیال ہے۔ ”کہ جو عورت اپنا سارا وقت کلب۔ سینما اور ناچ گھر میں گزار دیتی ہے۔ وہ بے شک ایک معزز اور قابل عورت کہلائیگی۔ مگر وہ صحیح معنوں میں عورت کہلانے کی مستحق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بیوی نہیں بن سکتی اور نہ ہی ماں بن سکتی ہے۔ موجودہ سوشیل حالات کے ماتحت عورت کی اس آزادی کا لازمی نتیجہ شادی سے نفرت و حقارت ہے۔“

ڈاکٹر چندرا اپنی کتاب موسومہ ”قوانین فلسفۂ ازدواج“ میں لکھتے ہیں ”کہ یہ مسلّمہ امر ہے۔ کہ مجرد عورتوں کی صحت ایسی اچھی نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی وہ اتنی لمبی عمر پاتی ہیں۔ جتنی کہ شادی شدہ عورتیں۔ حالانکہ متاہل عورتوں کو حمل و وضع حمل کی تکالیف

کا سامنا ہوتا ہے۔ اس سے ہم نتیجہ نکالتے ہیں کہ متاہل زندگی لمبی عمر اور خوشگوار بڑھاپے کی موجب ہے"۔

فی الواقع متاہلہ عورتوں کی زندگی حمل اور وضع حمل اور امراض متعلقہ ولادت کے سبب سے خطرناک ہو جاتی ہے۔ لیکن ایک شوہر کی محبت اور نیک سلوک اور دوسری طرف اولاد کے دیکھنے سے جو فرحت و مسرت حاصل ہوتی ہے۔ وہ موازنت صحت کو بحال اور برکمال رکھتی ہے۔

مردم شماری سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ بے شوہر عورتیں۔ شوہر والیوں سے زیادہ مرتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ عورتیں حظوظ شہوت۔ اور شوہر کی شفقت اور محبت سے محروم رہتی ہیں۔ اور پیاری اولاد کی نایابی اور معیشت کی خرابی سے محزون اور اپنے مستقبل کی سوچ میں ہمیشہ مغموم رہتی ہیں۔ اور کسی طرف سے انکو تسلّی اور تشفی نہیں ہوتی

اطباء اور حکماء کا خیال ہے۔ کہ امر ازدواج نہ صرف فعل تناسل کے لئے۔ بلکہ تمام اعضائے بدن اور دماغ کے نشوو نما کے لئے ایک فعل طبعی ہے۔ جس طرح اعضاء ہضم رکھنے والے جانور زندگی کے لئے کھاتے پیتے۔ اور غذا کو ہضم کر کے فضلات کو نکالتے ہیں۔ اسی طرح اعضائے تناسل رکھنے والے تمام مخلوقات ان اعضاء کے متعلق تمام کاروبار کے بجا لانے کے لئے مجبور ہیں۔ علم حیات سے ثابت ہے۔ کہ جتنے اعضاء تناسل زیادہ مکمّل ہوں گے۔ اتنا ہی امر ازدواج زیادہ مصرح ہے۔ انسان کو جب بھوک لگتی ہے۔ تو کھاتا ہے۔ جب پیاس لگے پانی پیتا ہے۔ اور جب دل میں عشق کی آگ مشتعل ہو۔ تو ازدواج سے کیوں مُنہ پھیرے۔ یہ ایک امر طبعی ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے بقاء نوع اور دوام نسل کے لئے بنایا ہے۔ اس خواہش کو چھپانا ریاکاری ہے۔ جو رہبانوں کا کام ہے۔

بیکن کہتا ہے "کہ بیوی جوان مرد کی جورو ہے۔ ادھیڑ عمر والے کی مددگار اور ساتھی ہے۔ اور بوڑھے کی خادمہ یا نرس ہے۔

عورت فطرتاً کمزور ہے۔ اس کو حفاظت کے لئے ایک ایسے ساتھی کی ضرورت ہے۔ جس کے ساتھ محبّت و اخلاص کا بھی تعلق ہو۔ مبارک ہے وہ مرد اور خوش نصیب ہے وہ عورت جس کو شادی کے پاک رشتہ میں ایک ایسا ساتھی ملجائے۔ جو ایک دوسرے

کی ہر ضرورت کو پورا کر سکے۔ ایک بنگالی ڈاکٹر لکھتا ہے "کہ شادی ایک پاک تعلق ہے۔ جس کو ہمارے آباؤ اجداد قدیم سے عزت کی نگاہ سے دیکھتے آئے ہیں۔ اور تجرد ہمیشہ ان کی نظروں میں مقبوح اور مذموم رہا ہے۔ عوام الناس بڑی عمر کے مجرد مردوں اور عورتوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ عورت مرد کے لئے تکالیف محنت اور مشقت کے وقت ایک خوشگوار یار و مددگار کا کام دیتی ہے۔"

شادی سے یہ تین بڑی اغراض پوری ہوتی ہیں۔ اور زندگی کو کمال تک پہنچانا۔ یعنی تمام خانگی۔ سوشیل۔ اور اعلیٰ قوائے عقلی کی ترقی کا اس تعلق پر انحصار ہے۔ (۲) بقاء نوع و دوام نسل۔ (۳) حصول تقویٰ اور مرد و عورت کی تمام ناجائز خواہشات اور منتشر خیالات کا روکنا۔

موجودہ زمانہ کی آزاد عورتیں جنہوں نے مردانہ پیشے اختیار کر لئے ہیں انکی اندرونی زنانہ خصلت میں تبدیلی واقع ہوگئی ہے جس سے ان کے دل میں مخصوص تعلقات سے نفرت پیدا ہوگئی ہے۔ اس لئے وہ اب پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔ کہ میں آزاد ہوں۔ بے لگام ہوں۔ کسی کی لونڈی یا تابع نہیں ہوں۔ جتنی کوئی عورت زیادہ تعلیم یافتہ ہوگی اتنا ہی اس کے لئے خاوند چننا مشکل ہوگا اور اگر شادی کر بھی لے تو پھر وہ غرور اور تکبر سے اپنے خاوند کی کمائی پر گزارہ کرنا اپنی ہتک سمجھتی ہے۔ اس لئے وہ خود روزگار کی تلاش میں باہر نکلتی ہے جس سے عورت کی سچی مادرانہ روح مردہ ہو جاتی ہے۔ اور اولاد پر مضر اثر ڈالتی ہے۔ جس طرح معدہ کو ایک وقت طعام کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح اعضائے تناسل کو بھی اجتماع کی حاجت ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں مجرد رہ کر مضطرب ہونا وظائف حیات کی موازنت کے اختلال کا باعث ہے۔

ازدواج حکمت کا ایک قانون ہے۔ جسکی نافرمانی باعث وہم و جنون ہے۔ اور موجب امراض گوناگون ہے۔ ازدواج مرد و عورت دونو کی صحت کے لئے مفید ہے۔ مجرد لوگ بہت سی امراض میں مبتلا رہتے ہیں۔ جن سے متاہل لوگ مقابلتاً محفوظ ہیں۔ موت کی یاد صرصر سب سے زیادہ مجردوں کے شجرۂ حیات کو گراتی ہے۔ اور اچھی صحت کی وجہ سے متاہل لوگ پیرمردی تک پہنچ جاتے ہیں۔

یہ خیال بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ کہ کنوارپن سے حُسن و لطافت ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ کیونکہ کامل نشو و نما پانے اور سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد کنواریوں کے چہرے کی لطافت۔ جوانی کی رونق امراض رحم کی وجہ سے کم ہو جاتی ہے۔ جو عورت قانون طبعی کی نافرمانی کرتی ہے۔ اس کی تر و تازگی صحت۔ حُسن۔ خوبی۔ لطافت اور نزاکت سب خود نابود ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے بالمقابل بیاہی ہوئی عورتوں میں ایک نئی تر و تازگی نمودار ہوتی ہے۔ جو صحت کے ساتھ دیر تک برقرار رہتی ہے۔

مرد جب تک مرد ہے۔ خود کو روکنا اور جماع سے بکلی پرہیز کرنا ناممکن ہے ان کا تجرّد اختیار کرنا صرف خانہ داری کے بوجھ سے خلاصی پانے کے لئے یا عیش و عشرت کے لئے ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ تأہل سے دماغ کی پورے طور پر پرورش نہیں ہوتی جس سے قوائے عقلیہ اور اعصابی طاقتیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ چونکہ قوّت باہ اور قوائے عقلیہ کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اس لئے نطفہ مرد کے زیادہ استعمال ہونے سے دماغ کمزور ہو جاتا ہے۔ لہٰذا انسانی کمالات اور دماغی طاقتوں کو بڑھانے کے لئے تجرّد ضروری ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض مجرد لوگ ذکی اور فہیم ہوتے ہیں۔ چنانچہ بہت سی لاثانی تصانیف مجرد لوگوں نے لکھی ہیں۔ نیوٹن اور پٹ ساری عمر مجرد رہے اور کینٹ کو عورتوں سے سخت نفرت تھی۔ اسی طرح بیکن بھی تجرد کا حامی اور مجرد گذرا ہے۔ مگر یہ استثنائی صورتیں ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ سخت دماغی محنت کرتے تھے اور یہ امر طبعی ہے۔ کہ سخت دماغی یا جسمانی ریاضت سے قوّت رجولیّت بہت کم ہو جاتی ہے۔ اس لئے ان سے ہم یہ قاعدہ کلیہ نہیں بنا سکتے۔ کہ ہر شخص مجرد رہ سکتا ہے۔ چنانچہ اس کے متعلق پروفیسر اکٹن اپنی کتاب "رسالہ اعضاء مخصوصہ" میں لکھتا بھی ہے۔ کہ تجرّد قوائے عقلیہ کو نہیں بڑھاتا اور نہ ہی تجرّد کا ہونا اعصابی طاقت کو بڑھانے کے لئے ضروری ہے۔ بلکہ میانہ روی کے ساتھ فعل مباشرت اس کے لئے شرط ہے۔ ہاں البتہ کثرت جماع اور زناکاری قوائے عقلیہ کو ضعیف کر دیتے ہیں۔ بہت سے نوجوان جو معمول سے زیادہ ذہین اور فہیم ہوتے ہیں۔ مگر

جن کا جسم نازک ہوتا ہے بغیر کثرت احتلام کے ہرگز تجرد کی حالت میں نہیں رہ سکتے۔ اس لحاظ سے ان کی دماغی حالت متأہل لوگوں سے بھی بدتر ہو جاتی ہے۔ یعنی اگر وہ نوجوان شادی کر لیتا اور میانہ روی اور اعتدال کے ساتھ فعل جماع میں مشغول ہوتا۔ تو اس کے قوائے عقلیہ کو اتنا ضعف نہ پہنچتا۔ جتنا اب کثرت احتلام سے پہنچ رہا ہے۔ تو ایسی حالت میں تجرّد ہرگز قوائے عقلیہ کے کمال کے لئے مفید صورت نہیں ہے۔ بہت سے طالب علم جو کہ یونیورسٹیوں کے امتحانات کی تیاری کے لئے تجرّد اختیار کرتے ہیں۔ اس خیال سے کہ دماغی کام زیادہ کر سکیں۔ اس کا اُلٹا اثر محسوس کرتے ہیں۔ کیونکہ کثرت احتلام سے دماغ کو زیادہ صدمہ پہنچتا ہے۔ اور سستی اور ضعف سا معلوم ہوتا ہے۔ جس سے اُن کی صحت کو مضر اثر پہنچتا ہے۔ اور ان کے حافظہ پر بھی اس کا بُرا اثر پڑتا ہے۔ الغرض نوجوانوں میں تجرّد خالی از خطرہ نہیں ہے۔"

جرمنی۔ فرانس اور انگلستان کے اطباء نے جو مردم شماری کی کتابیں لکھی ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ پچیس[۲۵] برس کی عمر سے چالیس[۴۰] برس کی عمر تک کے مجردوں سے ایک۔ از مانِ معیّن ہیں ۲۸ فیصدی) اور متأہلوں سے صرف ۱۸ فیصدی مرے۔ متأہلوں سے ۴۲ سال کی عمر کو ۷۵ فی صدی آدمی پہنچے۔ اور مجردوں سے صرف ۴۰ فیصدی پہنچ سکے۔ اور عمر کے لحاظ سے بھی فرق پڑتا ہے۔ مثلاً ۶۰ برس کی عمر کو پہنچنے والے ۲۲ فیصدی مجرد اور ۴۷ فیصدی متأہل تھے۔ ۸۰ برس کی عمر کو ۹ متأہل اور صرف ۳ مجرد پہنچے۔ عورتوں میں یہ فرق اور بھی زیادہ ہے۔ کنواری رہ کر طول عمر سے معمر ہونا ایک موہوم خیال ہے۔ تمام بڑے شہروں کی مردم شماری سے معلوم ہوا ہے۔ کہ خودکشی کرنے والے ۶۷ فیصدی مجرد لوگ تھے۔ اور ۱۷۲۶ دیوانوں میں سے ۹۸۰ مجرّد پائے گئے۔ اجرام شدیدہ کے فاعلوں میں سے ۶۲ فیصدی مجرّد لوگ تھے۔ مثلاً قتل وغیرہ۔

اعضائے تناسل کی فعالیت کے زمانہ میں اگر حاجت روائی نہ کی جائے۔ تو بہت سی امراض ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ جن کا ذکر طب کی کتابوں میں ملتا ہے چنانچہ۔ دیوانگی۔ جنون غلمت (نمفومانیا) اختناق الرحم (ہسٹیریا)۔ داء الجمود (قاتالیپسی)۔ نعوظ مئولم (پرایاپزم) نعوظ دائم (ڈیابیٹس) وغیرہ تحولات عقلیہ و تغیرات تناسلیہ مجرّدوں کو نابود کر دیتے ہیں۔ مجرد رہنا عورتوں کے قوائے عقلیہ پر نہایت بُرا اثر کرتا ہے۔ جنون کی بیماری باکرہ اور بیوہ عورتوں میں بہت ہے۔ پیرس کے سالپیٹر پیر ہسپتال میں جب مردم شماری کی گئی۔ تو اس میں ۱۷۲۶ دیوانوں میں سے۔ ۱۲۷ جوان لڑکیاں پائی گئیں۔ جوان لڑکیوں میں نہایت اضطراب اور

سخت عذاب دینے والی عصبی مرضیں اکثر تجرد کے سبب سے ہوتی ہیں۔

ایک لڑکی کہ جس کا رنگ زرد اور آنکھوں کے نیچے نیلگوں دائرے ہوں۔ دل کو خلجان اور نگاہ حیران ہو۔ ہاضمہ بگڑ گیا ہو۔ جو چیزیں کہ غذا نہ ہوں ان کے کھانے کی طرف رغبت ہو۔ اور اصل غذا سے نفرت ہو۔ ایسی لڑکی اگر اس حال میں چھوڑی جائے۔ تو یہ مرض اس میں ہمیشہ رہیگی۔ بلکہ اس کو قبر تک پہنچا ئیگی۔ اگر وہ لڑکی اپنی آرزو کے مطابق ایک جوان سے بیاہی جائے۔ تو تمام عوارضات مذکورہ رفتہ رفتہ دُور ہو جائینگے۔ اور اسکے چہرے پر دوبارہ رونق اور تروتازگی ظاہر ہو گا۔

لوتھر کا قول ہے "کہ جن لڑکیوں کو رات کو عاشقانہ خوابیں تنگ کریں۔ انکی فوراً شادی کر دینی چاہیئے۔ یعنی جو نسخہ حکیم مطلق نے تجویز فرمایا ہے۔ وہی جلد دیا جائے"

اختناق الرحم کی مرض میں مبتلا عورتوں کے لئے ازدواج کا سودمند ہونا پرانے زمانہ میں بھی معلوم تھا۔

اسیران عشق کی زندگی کا بر لبِ بام ہونا۔ اور عاشقوں کا حزن و پریشانی سے تمام ہونا علم امراض اور کتب تواریخ میں مسطور ہے۔

ایک حکیم حاذق اور لائق ڈاکٹر کا فرض ہے کہ نہ صرف جسمانی مرضوں کا علاج کرے۔ بلکہ روحانی اور معنوی امراض کا بھی خیال رکھے۔ حکماء قدیم اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اور جوان عورتوں کی اکثر بیماریوں کو عشق و محبت کی شاخ سمجھ کر حسب الحال ان کی چارہ سازی کرتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سی امراض تأہل سے رک سکتی ہیں۔ مجرد لوگوں کی پریشانی۔ اور دل کی تسلی صرف ازدواج سے ممکن ہے۔

رہبانیت کی حالت میں اپنے آپ کو ازدواج سے روک کر آخر آتش عشق میں جل جل کر خاک شدہ بہت سے مشہور لوگوں کا ذکر تواریخ میں لکھا ہے۔ آجکل بھی رہبانیت کے پنجۂ خونخوار میں ہزاروں مرد اور لاکھوں عورتیں گرفتار ہیں۔ جو گلِ بے بہا کی طرح زرد رخسار ہو کر برگ ہائے خزاں زدہ کی طرح شجرہ حیات سے گر رہے ہیں۔ رہبانیت کی تیغ نسل انسانی کو قطع کر رہی ہے۔ عصبی اور شہوانی مزاج والے کو فعل طبعی سے روکنا۔ بیشک مرض جنون پیدا کرتا ہے۔ قابانیس نام حکیم حاذق نے جو کہ عصبی مرضوں اور جنون کے بیماروں کے علاج میں بہت مشہور ہیں۔ یوں بیان کیا ہے۔ کہ بہت دفعہ اعضائے تناسل جنون اور دیوانگی کا

سبب ہوتے ہیں۔ اگرچہ (مناسٹری) جنون کا عہد ہے۔ اور رہبانیت اس کی پرورش کرتی ہے۔ اور اسکو پھیلاتی ہے۔ (آفریں اے حکیم راست گو!)

ازدواج صحت بدن کو پائیدار کرتا ہے۔ ہوا و ہوس کی آگ کو تسکین دیتا ہے۔ عشق کے زخموں کو شفا اور ہجر کی دردوں کو دوا دیتا ہے۔ نیند کو خراب کرنیوالی عاشقانہ خوابوں کو دُور کرتا ہے۔ اور جسم و جان کو بے چین کرنے والے لعشانہ خیالوں کو دفع کرتا ہے۔

یہ امر جانوروں اور پودوں سے بھی ثابت ہے۔ کہ بقاء نسل کے لئے اعضائے تذکیر و تانیث کا باہم تماس ضروری ہے۔ حیوانات کا جینا وظائف حیات کے بجالانے پر۔ اور ان کی نسل کا بقا وظائف تناسل کے ایفا کرنے پر موقوف ہے۔ کوئی ذی روح مخلوق اس قانون سے باہر نہیں۔ انسان چونکہ ذی روح ہے۔ وہ بھی اس قانون کی اطاعت پر مجبور ہے۔ ڈاکٹر برگریٹ "اُن پادریوں کے متعلق جو ساری عمر مجرّد رہنے کی قسم کھاتے ہیں لکھتے ہیں "کہ مذہبی سوسائیٹوں کا معالج ہونے کے زمانہ میں مَیں نے ان لوگوں میں کبھی کوئی شدید مرض اعضائے مخصوصہ کے متعلق نہیں دیکھا۔ مگر لگاتار تجرد میں رہنے کے کئی اور بد نتائج ہیں۔ جو اِن امراض سے زیادہ شدید ہیں۔ اور یہ خاصکر عورتوں میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ماں بننے کے قدرتی اور طبعی فعل کو روکنے کی وجہ سے یہ مظلوم عورتیں تپ دق کا شکار ہوجاتی ہیں۔ پھر وہی ڈاکٹر سوال کرتے ہیں۔ کہ کیا تجرد تمام امراض سے بچنے کا ایک یقینی ذریعہ ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کے برعکس تجرّد سے ناجائز تعلقات بڑھتے ہیں۔ اور زناکاری کی کثرت ہوتی ہے۔ اور کئی کنواری عورتیں اور مرد سیاہ کاری کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جس سے یقیناً بہ نسبت شادی شدہ لوگوں کے زیادہ خرابیوں اور تکالیف کا سامنا ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تجرّد کی حالت میں بہت سے خطرات ہیں۔ اور بدی میں پڑنے کا زیادہ احتمال ہے۔ ڈاکٹر ایکٹن لکھتے ہیں "کہ مَیں نے کئی دفعہ بدکاری کے واقعات کی تحقیقات کی ہے۔ اور ہمیشہ اس نتیجہ پر پُہنچا ہوں۔ کہ اس مرض کا بیج اس وقت بویا جاتا ہے۔ جبکہ مرد شادی کی عمر کو پُہنچتا ہے۔ مگر افلاس کے ڈر سے یا کسی دوسرے مجرد شخص کی ترغیب سے شادی سے رُک جاتا ہے۔ اور بوجہ بیکاری کے جلدی اپنی خواہشات سے مغلوب ہوکر زناکاری میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ مَیں وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ وہ شخص اگر اس وقت شادی کرلیتا تو یقیناً اس سیاہ کاری و حرامکاری سے بچ جاتا"

ڈاکٹر چینڈرا لکھتے ہیں "کہ خواہش جماع کا غالب ہونا ایک طبعی امر ہے۔ اور خدا تعالیٰ

کے منشاء کو پورا کرنا ہمارا فرض ہے۔ اس لئے ہم یہ قانون مترتب کرتے ہیں۔ کہ تجرّد خلاف فطرت خلاف عقل اور خلاف سائینس اور طب ہے۔ انسان کو ایک قدرتی اور طبعی فعل کو بھول کر ہرگز اچھی صحت کی توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔"

تجرّد کے مضر نتائج

تجرد کی حالت میں مہذب لوگوں میں نیند کی حالت میں ضرور شہوانی خیالات پیدا ہوتے ہیں۔

سر جیمس پیگیٹ کہتے ہیں "کہ میں نے کوئی ایسا مجرّد شخص نہیں دیکھا جس کو کم سے کم ۳ مہینہ میں دو بار اور زیادہ سے ہفتہ میں دو بار رات کو احتلام کی شکایت نہ ہوتی ہو"

سر لاڈر برنٹن صاحب کا خیال ہے "کہ مجردوں کو مہینہ میں دو بار ضرور احتلام ہوتا ہے۔ اور کئی دفعہ دو دو راتیں لگاتار ہو جاتا ہے"

پروفیسر مال کا خیال ہے "کہ نیند کی حالت میں شہوانی خیالات آنا اور احتلام کا ہونا ایک گندہ عمل ہے۔ جس سے اکثر متاہل لوگ بچے رہتے ہیں"

بچوں اور نوجوانوں کو نہ صرف جسمانی طور پر اعضائے مخصوصہ کے استعمال سے سخت پرہیز لازمی ہے۔ بلکہ ان کے لئے اپنے خیالات کو بھی پاکیزہ اور صاف رکھنا ضروری ہے۔ ان کو مخصوص تعلّقات کا تصور بھی دل میں لانا مضر ہے۔ مگر زمانہ طالب علمی کے ختم ہو جانے کے بعد والدین کا فرض ہے کہ ان کو مخصوص تعلّقات کے متعلّق عقلمندی کے ساتھ آگاہ کر دیں۔ اس عمر میں تجرّد یا ان تعلقات سے لاعلمی یقیناً ان پر مضر اثر کریگی۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ بلوغت کے وقت شادی کر دیجائے۔

اس عمر میں تجرّد کے بہت نقصان ہیں۔ مثلاً ان لوگوں کو رات کو عشقیہ اور مستانہ خوابیں آتی ہیں۔ اور اکثر دفعہ احتلام کی شکایت ہو جاتی ہے۔ اس کثرت احتلام کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ چونکہ ایک عرصہ تک قوائے شہوانی سے دماغی قوٰی کو صدمات پہنچتے رہتے ہیں۔ اس لئے ضعف۔ ناطاقتی۔ دُبلا پن اور مالیخولیا کا عارضہ ہو جاتا ہے۔ مادہ منویہ کے اجتماع سے دماغی اور اعصابی طاقتوں میں فتور پیدا ہو جاتا ہے۔ اس حالت کی درستی کے لئے شادی سے بڑھ کر کوئی بہتر علاج نہیں۔ تجرّد سے اموات سے کثرت ہوتی ہے۔ جیساکہ بعض مذہبی سوسائیٹیوں کی رپورٹوں سے ظاہر ہے۔ عورتوں میں اس تجرّد بالجبر کا نتیجہ جنون عشق۔ ہسٹیریا اور تُحبس کی بعض اقسام ہے۔

ڈاکٹر بُرڈاخ کے نزدیک جماع سے بالکل پرہیز کا مضر اثر مردوں کی نسبت عورتوں پر زیادہ پڑتا ہے۔ چنانچہ حیض کی امراض زیادہ تر مجرّد عورتوں میں پائی جاتی ہیں۔ عسرت الطمث جس میں ایام حیض

میں رحم کے اندر قولنج کا سا درد ہوتا ہے۔ زیادہ تر کنواری عورتوں میں پایا جاتا ہے۔ اور یہ مسلّم امر ہے کہ اس کا یقینی علاج صرف شادی اور حمل ہے چہرے کی زردی۔ اور جریان الرحم۔ یا سیلان ابیض کی بھی یہی وجہ ہے۔ رحم کی رسولیاں مجرد عورتوں میں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ مالیخولیا کا مرض مجرّد عورتوں میں زیادہ ہے۔ اور ان تمام عوارضات کا صرف ایک ہی شافی و کافی علاج یعنی شادی ہے۔

تجرّد کی حالت میں اخلاقی پہلو بھی گرجاتا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ بیان ہوچکا ہے۔ خیالات ہمیشہ پراگندہ اور منتشر رہتے ہیں۔ اور طبیعت شہوت سے مغلوب ہوکر سیاہ کاری اور زناکاری کی طرف جلد مائل ہوجاتی ہے۔

اب ہم اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہیں۔ کہ متأہل زندگی میں بمقابلہ مجرّد زندگی کے بہت سے فوائد ہیں اور اسکے علاوہ مجرد کی حالت میں انسان کی صحت و اخلاق پر مضر اثر پڑتا ہے۔ اسلئے ہم کو چاہیئے کہ قدیم ہندوؤں کے خیال باطل کو بالائے طاق رکھکر اور یورپ کی موجودہ تہذیب کی چنداں پروا نہ کرکے تجرّد جیسے خلاف قدرت اور مضر طریق کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہدیں۔ اور جو جسمانی اور مالی طاقت رکھتے ہوں وہ ضرور شادی کرکے اسلام کے اس حکم کی شان اور حکمت کو دنیا پر ظاہر کریں۔ کہ لا رھبانیۃ فی الاسلام۔

بیشک کثرت جماع میں بہت سے نقصان ہیں۔ مگر اس کا علاج اعتدال کے ساتھ تعلقات زناشوئی کو قائم کرنا ہے نہ کہ اس سے بکلی پرہیز۔ اسلام میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے۔ (وجعلنٰکم امۃ وسطا) اس لئے اعتدال کے ساتھ متأہل زندگی بسر کرنا ہی انسانی کمالات۔ صحت اور قوائے عقلیہ کو بڑھانیکا ایک ذریعہ ہے۔ نہ کہ اسکے برعکس۔ وہ نیم کوب عقل والے لوگ جو ان مسائل اسلام پر ہنسی کرتے ہیں اور ان میں نقص نکالتے ہیں۔ اپنے دین کی اس بلائے رہبانیت پر غور کریں۔ اور دیکھیں کہ یہ کس قدر خلاف طبیعت۔ مضر صحت۔ مفسد اخلاق اور مغائر انسانیت فعل ہے۔ اور یوروپین تہذیب کے دلدادہ لوگ ان ہندوستانی و نیز یوروپین ڈاکٹروں۔ پروفیسروں اور سائینسدانوں کے اقوال تجرد کے متعلق پڑھیں۔ جن کو خاکسار نے اس مضمون میں درج کیا ہے۔ اور پھر تجرد اختیار کرنیکا فیصلہ کریں۔ چنانچہ تمام ڈاکٹروں کی تحقیقاتیں تجرّد کو خلاف قدرت اور مضر فعل قرار دیکر اسلام کے اس حکم کی تائید کرتی ہیں جو کہ تأہل کے متعلق قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وانکحوا الایامیٰ منکم والصّٰلحین من عبادکم و امائکم (۱۸:۱۴)

اللہ تعالیٰ اسلام کے دشمنوں کو اسلام کے مختلف احکام کو موجودہ علمی تحقیقاتوں کی روشنی میں سمجھنے کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین۔ والسلام

ابطال قدامت مادّہ

میٹریلیسٹ یا مادّئیین وجود الٰہی کے منکر ہیں اُن کا پہلے یہ خیال تھا کہ زمان و مکان و روح و مادّہ یہ چاروں ازلی و قدیم ہیں - باقی عالم اُن کے امتزاج کا نتیجہ ہے - خدا محسوس نہیں اور غیر محسوس کا ماننا ضروری نہیں - اس مذہب پر یہ اعتراض ہوتا تھا کہ زمان اور روح بھی محسوس نہیں اس لئے ان کا ماننا بھی ضروری نہیں اور مکان مادّہ کے سوائے کچھ نہیں اس لئے مادّئیین کی آخر یہ رائے قرار پائی کہ عالم میں جو کچھ محسوس ہوتا ہے وہ مادّہ ہے - ذرّات مادّہ کے امتزاج یا فعل و انفعال سے موجودات عالم کا وجود ہُوا - خدا کچھ نہیں وہم ہے - مادّہ کے اجزائے اوّلی یا بسائط عنصریہ پہلے آب و آتش خاک و باد مانے جاتے تھے تحقیقات سے جب علم میں ترقی ہوئی تو معلوم ہُوا کہ بسائط عنصریہ قریب پینسٹھ ۶۵ کے ہیں - اب یہ فیصلہ کیا گیا کہ ان پینسٹھ ۶۵ عناصر کی مختلف ترکیبات کے ذریعہ سے اس عالم کا وجود ہے اور یہ عناصر ازلی اور قدیم ہیں - ازلیت و قدامت کی دلیل یہ ہے کہ ہر چیز کی انتہائی تحلیل سے مادّہ کے اجزاء بسیط ہی نکلتے ہیں - اور آخری و انتہائی درجہ مادّہ ہی ثابت ہوتا ہے - عربی فلاسفر مادّہ کو ہیولےٰ کہتے ہیں - یونانی حکما اس کا نام اسطقس رکھتے ہیں کیونکہ اسطقس ہر چیز کی انتہائی حالت کا نام ہے -

تمام عالم کا مادّہ کیا چیز ہے اس کے متعلّق میٹریلسٹوں میں سلف سے اختلاف چلا آتا ہے صدرا میں لکھا ہے

انما النزاع فی ان ذلك الامر اجزاء لا یتجزی اصلا کما ذھب الیه المتکلمون او اجسام صغار صلبة لا یمکن انقسامھا فی الخارج کما ھو مذھب ذیمقراطیس او نفس الجسم بما ھو جسم کما ھو رائ جماعة من الاقدمین او امر ابسط من الجسم کما علیه المعتبرون من المشائین فمادة الاجسام عند اصحاب الثلثة واحد بالشخص کثرة بالانفصال -

(صدرا باختصار یسیر)

نزاع محض اس امر میں ہے کہ تمام اجسام کا مادہ بالکل غیر منقسم اجزاء ہیں جیسا کہ متکلّمین کا مذہب ہے یا چھوٹے چھوٹے سخت جسم یعنی ذرات ہیں جو خارج میں تقسیم نہیں ہو سکتے چنانچہ یہ ذیمقراطیس کا مذہب ہے یا مادّہ صرف جسم ہے جیسے متقدّمین کے ایک گروہ کی رائے ہے یا کوئی چیز جسم سے بھی زیادہ بسیط ہے جیسے معتبر مشائین کا خیال ہے پہلے تینوں مذہب والوں کے نزدیک تمام اجسام عالم کا مادّہ ذات کے اعتبار سے واحد ہے عارضی طور پر جدا ہونیکے باعث متعدد صورتوں میں نظر آرہا ہے -

زمانہ حال کے یوروپین میٹریلسٹ ان مذاہب اربعہ میں سے دیمقراطیس کے مذہب سے متفق ہیں ان کی تحقیقات کے مطابق پہلے غیر متناہی خلا میں بے شمار چھوٹے چھوٹے سخت اجزاء پراگندہ تھے پھر اُن میں حرکت پیدا ہوئی اور ان کی ذاتی قوتوں کے باہمی تنافر اور جذب و تصادم سے مختلف صور نوعیہ ظہور پذیر ہوگئیں۔

علامہ شہرستانی نے نہایۃ المرام میں لکھا ہے۔ والقول بقدم العالم وازلیۃ الحرکات بعد اثبات الصانع ظهر بعد ارسطالیس لانہ خالف القدماء وابدع ھذہ المقالۃ۔ یعنی عالم کے قدیم ہونیکا اور حرکت کے ازلی ہونیکا قول بعد خدا کو صانع ماننے کے ارسطالیس کے زمانہ سے ہوا ہے کیونکہ اس نے اس معاملہ میں قدما سے اختلاف کیا اور یہ بات پیدا کی۔

نوٹ:۔ یہ حکیم ارسطاطالیس افلاطون کا شاگرد تھا۔ حکیم ارسطو اور ہے جو سکندر کے زمانہ میں اور اس کا اُستاد و مشیر تھا۔ (ابو الفدا جلد ۱)

فلسفہ قدیمہ کا مختصر بیان

یونانی فلسفہ کے مطابق حکمائے مشائین کا خیال ہے کہ جسم مرکب ہے دو چیزوں سے دو نو جوہر ہیں ایک محل ہے دوسرا حال ہے۔ محل کا نام ہیولےٰ۔ حال کا نام صورت جسمیہ ہے۔ جس طرح سفیدی سُرخی کپڑے میں حال ہے اسی طرح صورت جسمیہ ہیولےٰ میں حال ہے فرق یہ ہے کہ سفیدی سُرخی کپڑے میں عرض ہیں اور صورت جسمیہ جوہر۔ حکمائے اشراقئین قائل ہیں کہ جسم بسیط ہے۔ بعض حکماء کا خیال ہے کہ جسم دو جوہروں سے مرکب نہیں ہے بلکہ ایک جوہر اور دوسرے عرض سے جس کا نام جسم تعلیمی ہے۔

صورت جسمیہ اپنے تشخص میں ہیولےٰ کی محتاج ہے اور ہیولےٰ اپنے وجود میں صورت جسمیہ کا محتاج ہے کوئی جسم ایسا نہیں ہے جس کی ترکیب ہیولےٰ اور صورت سے نہ ہو۔ اجسام مختلفہ میں ہیولےٰ اور صورت کے علاوہ ایک تیسری چیز بھی نکلتی ہے جس کا نام فلاسفہ کی اصطلاح میں صورت نوعیہ ہے۔ اجسام کے لوازمات مختلف ہیں کوئی امر داخلی یعنی کوئی خود جسم اسکی علت ہے اسی کو فلاسفہ صورت نوعیہ کہتے ہیں اسی کا دوسرا نام طبیعت ہے۔

جسم کے لئے ایسی چیز کی ضرورت ہے جسمیں وہ سکونت اختیار کرے اس چیز کا نام مکان ہے محض خلا کا نام مکان نہیں کیونکہ محض خلا باطل ہے۔ بلکہ مکان سطح باطن ہے جسم حاوی کی جو مماس ہے سطح ظاہری جسم محوی کو۔ زمان کی نسبت بعض کا خیال ہے کہ وہ جوہر مجرد واجب لذاتہ ہے مگر صحیح یہ ہے کہ زمان کم متصل غیر قار مقدار للحرکت کا نام ہے یعنی فعل کی مقدار کا نام زمان ہے۔

خیز طبیعی مکان سے عام ہے۔ خیز طبیعی وہ ہے کہ جب جسم اس میں موجود ہو تو طبیعت اُس میں سکون چاہے اور جب بوجہ قسر قاسر اس سے خارج ہو تو اس کی طرف حرکت چاہے۔ قاؔسر سے مراد امر خارجی موثر فی الجسم ہے۔ **تشکل طبیعی** وہ شکل ہے جو بلا کسی موانع کے اقتضائے طبع کی وجہ سے ہو۔ **حرکت** کسی شے کا قوت سے فعل کی طرف تدریجاً خارج ہونا ہے۔ **سکون** جس میں حرکت نہ ہو مگر اُس میں متحرک ہونیکی صلاحیۃ ہو۔ متحرک کے اعتبار سے حرکت کی دو قسمیں ہیں۔ **ذاتی**[1] **عرضی**[2]۔ ذاتی وہ حرکت ہے جو متحرک کو بالذات یا بلا واسطہ ہو جس طرح خود انجن یا جہاز کو۔ عرضی وہ حرکت ہے۔ جو متحرک کو بالعرض یا بالواسطہ ہو جیسے ریل یا کشتی پر بیٹھنے والے کو انکی حرکت سے۔ **حرکت ذاتیہ** کی تین قسمیں ہیں۔ طبیعیہ[1] قسریہ[2]۔ ارادیہ[3] طبیعیہ وہ جو بلا شعور و ارادہ کے محض اقتضائے طبیعت سے ہو۔ **قسریہ** وہ جو امر خارجی کی وجہ سے ہو ارادیہ وہ جو شعور اور ارادہ کی وجہ سے ہو۔ مطلق حرکت کی چار قسمیں ہیں **کمیؔ**[1] جیسے جسم کا بڑھنا گھٹنا۔ **کیفیؔ**[2] جیسے حرارت۔ برودت **اینیؔ**[3] وہ جو ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف ہو **وضعیؔ**[4] وہ جس میں متحرک کا خیز باقی ہے۔ اجزا کی نسبت امور خارجیہ کی وجہ سے بدلتی رہے۔

حرکت کا اطلاق دو معنوں میں ہوتا ہے **توسطیہ**[1] اور **قطعیہ**[2] توسطیہ وہ حرکت ہے جس کا وجود خارج میں پایا جائے۔ **قطعیہ** وہ جس کا وجود **محض** ذہن میں ہو۔

فلسفہ قدیمہ کی مشہور قسمیں دوؔ ہیں۔ **بحثیہ**[1] اور **ذوقیہ**[2]۔

بحثیہ وہ فلسفہ ہے جس کا مدار بحث و استدلال پر ہے۔ اس فلسفہ سے تعلّق رکھنے والے فلسفیوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جو کسی وحی و الہام کے پیرو نہیں ہیں وہ **مشائین** کہلاتے ہیں۔ دوسرے وہ فلسفی جو کسی وحی و الہام کے پیرو ہیں۔ ان کو **متکلّمین** کہتے ہیں۔

ذوقیہ وہ فلسفہ ہے جس میں ادراک حقائق اشیا اشراق و وجدان باطن پر مبنی ہے۔ اس سے تعلق رکھنے والے فلاسفر جو کسی وحی و الہام کے پیرو نہیں ہیں **اشراقئین** کہلاتے ہیں اور جو پیرو ان الہام وحی ہیں اُن کو **متصوفین** کہتے ہیں۔

شیخ ابو علی سینا مجدد فلسفہ مشائیہ تھا۔ اور شیخ شہاب الدین سہروردی مقتول رئیس فلاسفہ اشراقیہ۔ اسلامی درس گاہوں میں نظام بطلیموسی جس نے ارسطو کے براہین طبیعیہ سے استحکام پایا مقبول و مروج رہا۔ اس نظام بطالت انجام کا بانی بطلیموس حکیم مصری تھا۔ جو حضرت مسیحؑ کی ولادت سے ایک سو تیس برس بعد پیدا ہوا۔ خلاصہ اس کے نظام کا یہ ہے کہ کل عالم جسمانی تیرہ کرون پر مشتمل ہے یہ سب کُرے ایکدوسرے سے چپٹے ہوئے ہیں۔ ان میں سے چار کُرے عناصر اربعہ

ہیں۔ نو کرات اثیریہ یعنی آسمان میں سات آسمان ساتوں کواکب سیارہ کے لئے ہیں۔ فلک ہشتم ثوابت کا قرار گاہ ہے۔ فلک نہم کل ستاروں سے خالی ہے۔ اس لئے اس کو فلک اطلس کہتے ہیں۔ افلاک شفاف بلورین اجرام غیر قابل خرق والتیام ہیں۔ اُن میں سیارات انگشتری کے نگینہ کی مانند جڑے ہوئے ہیں۔ ان افلاک کی حرکات مختلفہ کے حساب کے لئے بطلیموس کو دوائر خارج المرکز و دوائر تہم جو جہات مختلفہ میں متقاطع ہوتے ہیں فرض کرنیکی ضرورت پڑی۔ چنانچہ بقول مسٹر نونٹیل افلاک بلورین کے فرض کرنے میں بطلیموس کو کچھ تامل نہیں ہوتا تھا۔ مگر آخر بطلیموس کا یہ خیالی نظام تجاریب و مشاہدات کے آگے نہ ٹھہر سکا۔ اور ارسطو و بطلیموس کے گھروندے ٹوٹ پھوٹ گئے۔ جس کا حال آگے چلکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائیگا۔

فلسفہ جدیدہ کا مختصر بیان

اس عالم کی سماوی اور ارضی اشیاء کی اصل دو امر ہیں مادہ اور اس کی قوت (حرکت) اور یہ دونو قدیم اور ہمیشہ سے ہیں۔ ازل سے ان میں تلازم پایا جاتا ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ مادہ اور اس کی قوت میں انفکاک اور انفصال ہو سکے اور ان دونو میں سے کوئی تغیر دوسرے کے پایا جا سکے مادہ سے مراد یہی اثیر (ایتھر) ہے جو کہ خلاء میں بھرا ہوا ہے۔ مادہ کی قوت سے اُس کے غیر منقسم اجزا کی حرکت مراد ہے۔ یہ حرکت مادہ میں خود بخود پیدا ہوتی ہے اس کے لئے کوئی خارجی سبب نہیں ہے۔ اجرام سماوی اور موالید ثلاثہ اسی مادہ سے بذریعہ اس کی حرکت کے بنے ہیں۔ اشیاء کی پیدایش میں مادہ اور اس کی حرکت کو نہ کسی قسم کا ادراک ہوتا ہے اور نہ ان میں قصد پایا جاتا ہے بلکہ جس طرح اپنی علت سے معلول بالضرورت بن جاتا ہے اُسی طرح مادہ اور اسکی حرکت سے اجرام سماوی اور موالید ثلاثہ بنجاتے ہیں۔ مادہ سے چھوٹے چھوٹے ذرّے مراد ہیں اور قانون کشش ان کے اجتماع کا باعث ہے۔ اس اجتماع سے عناصر پیدا ہوتے ہیں جو شمار میں ساٹھ سے بھی زیادہ ہیں پھر عناصر کے اجتماع سے معدنیات اور جاندار اجسام وجود پذیر ہوتے ہیں۔ حیات (زندگی) عناصر کے فعل و انفعال اور ان کے کیمیاوی امتزاج کے محض ایک ظہور کا نام ہے وہ کوئی دوسری مستقل شے نہیں کہ جس کا جسم میں حلول ہوتا ہو۔ حیوان میں بھی یہی حیات ہوتی ہے روح کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر حیوانات اور نباتات جو ابتدائی حالت میں تھے قدرت کے چار قوانین کے موافق جو انکے لئے ضروری ہیں توالد اور تناسل کیوجہ سے بڑھنے اور ترقی کرنے لگے۔ قوانین قدرت چار ہیں۔ قانون افراد جس کا نام تباین افراد بھی ہے۔ اس قانون کے مطابق کوئی فرد اپنی اصل کے تمام مشابہ نہیں ہو سکتا۔ دوسرا قانون فروع یا قانون انتقال تباینات الاصول

الے الفروع مع بقاء الامتیاز ہے اس قانون کے مطابق کوئی قوی ہوتا ہے کوئی ضعیف۔ تیسرا قانون تنازع بقا ہے۔ اس قانون کے مطابق کمزور ہلاک ہوتے اور قوی باقی رہتے ہیں۔ چوتھا قانون طبعی یا فطری انتخاب۔ اس سے فطرت کا نہایت عمدہ اور کامل شے کو انتخاب کر کے حفاظت کرنا مراد ہے۔ حیوانات اور نباتات کو اجزاء مادہ کی اضطراری حرکت اور فطرت کے ان قوانین اربع کے موافق رفتار اختیار کرنے سے موجودہ حالت تک ترقی نصیب ہوئی بہت قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ انسان اور بندر کی ایک ہی اصل سے پیدائش ہوئی ہو اور پھر انسان ترقی کر کے بندر سے بڑھ گیا ہو۔ انسان کی پیدائش تمام حیوانات کے بعد ہوئی۔ عقل اور انسانی ادراک افعال مادہ کے ایک خاص فعل کا نام ہے۔ وہ کوئی علیحدہ شے نہیں ہے۔ اگرچہ اصل مادہ اور حرکت دونو کے دونو عقل و ادراک سے بالکل خالی تھے۔ انسانی عقل اور بقیہ حیوانات کی عقول میں محض کمیت اور مقدار کا فرق ہے۔ ماہیت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔

قوانین فطرت کو علم طبیعی کہتے ہیں مادّہ کی تین حالتیں ہیں جامدہ سیالہ ہوائیہ یا گاسیہ۔ جامدہ میں اجسام اپنی شکل قائم بالذات رکھتے ہیں سیالہ میں اجسام ظرف کے مطابق اپنی شکل بنا لیتے ہیں۔ ہوائیہ یا گاسیہ میں اجسام کسی کھلے ظرف میں مقید نہیں ہو سکتے ہاں جو ظرف چاروں طرف سے بند ہو اس میں مقید ہو سکتے ہیں۔

حرکت و سکون

جب کوئی چیز کسی جگہ میں ہو پس اگر وہ اپنی حالت کو نہ بدلے تو اس حالت کو سکون کہتے ہیں۔ بدلے تو اس جگہ بدلنے یا نقل مکان کرنے کو حرکت کہتے ہیں۔

زمین آفتاب کے گرد پھرتی ہے اور خود اپنے محور پر بھی۔ ان دونو حرکتوں میں ساری چیزیں جو اس پر ہیں وہ شریک ہیں اس لئے متحرک ہیں۔ اس دنیا میں کوئی چیز ایسی نظر نہیں آتی کہ اس سے سکون مطلق کا مفہوم ذہن میں آئے ہاں سکون اضافی پایا جاتا ہے۔

نفس مادّہ میں یہ قابلیّت نہیں ہے کہ وہ اپنی حالت سکون و حرکت کو خود بدل سکے۔ سبب خارجی جو متحرک کو ساکن اور ساکن کو متحرک کرتا ہے اسکو زور کہتے ہیں۔ سب سے عجیب و غریب کشش ثقل کا زور ہے اجرام فلکی کا سارا نظام اسی پر موقوف ہے۔ زور کا اثر سیدھا سادھا تو حرکت پیدا کرتا ہے مگر جب اس کو دوسرے زور کی مزاحمت پیش آتی ہے تو وہ داب پیدا کرتا ہے۔

قدیمہ اور جدیدہ دونو فلسفوں کی نسبت محققانہ ریمارک

متقدمین فلاسفہ کلیات سے جزئیات کا استنباط کرتے تھے ان کا فلسفہ بیشتر تخیلات پر مبنی تھا جسمیں عقل کو

بکثرت لغزشیں پیش آتی تھیں۔ ارسطو نے اس اصل اصول پر التزام کیا کہ جزئیات کے مطالعہ سے بذریعہ استقراء کلیات اخذ کیئے جائیں جن واقعات و حقائق پر عمل استقراء کا انحصار ہے اُن کی تعداد جس قدر زیادہ ہوگی اُسی قدر یہ عمل زیادہ صحیح اور زیادہ قرین وثوق ہوگا۔ آخر الذکر فلسفہ کو فلسفہ استقرائیہ کہتے ہیں اس فلسفہ سے دنیا کو بہت فائدہ پہنچا یعنی خواص الاشیاء اور قوانین فطرت کا علم نسبتاً بہت زیادہ حاصل ہوا جس کا نتیجہ وہ ایجادات ہیں جو آئے دن ہوتی رہتی ہیں۔ عربوں نے علی العموم حکمائے مشائیہ کے فلسفہ کو اختیار کیا جس کی بنا مباحثات لفظیہ اور ادلہ منطقیہ پر ہے۔ ایک جماعت علمائے اسلام نے افلاطون کے تلامذہ (مشائین) کے فلسفہ سے مسائل شرعیہ کو مطابق کرنے کی کوشش کی جس سے اسلام کو سخت نقصان پہنچا اور فلسفیات و دینیات میں تناقض کی وجہ سے اہل اسلام میں اختلافات بلکہ مذاہب مختلفہ پیدا ہو گئے۔

پہلے فلاسفروں میں سے جس فلاسفر نے فلسفہ استقرائیہ کے اصول پر اپنی تحقیق و عمل کی بنیاد رکھی اپنی حیرت انگیز جدید ڈسکوریوں سے عالم کو حیران کر دیا اور فلسفہ تخیئلیہ کی غلطیاں نکالیں مثال کے طور پر ہم ایک نامور محقق ابو علی الحسن کو پیش کرتے ہیں جس کی تصنیفات متعلق فن مرایا ومناظر لاٹین زبان میں ترجمہ کی گئیں۔ اس فلاسفر نے کیفیت بصارت سے متعلق حکمائے یونان کی ایک بڑی غلطی کی اصلاح کی۔ قدیم حکماء کا زعم تھا کہ شعاع بصری خارج ہو کر اشیائے خارجی میں منطبع ہو جاتی ہے مگر حکیم ابو علی الحسن نے ثابت کیا کہ شعاع نور اشیائے خارجی سے آنکھ میں آتی ہے اور اُس نے اس بات کو براہین ہندسیہ اور تحقیقات علم تشریح سے ثابت کیا۔ اس حکیم نے اور بھی ایسی ہی کئی تحقیقاتیں۔ وزن ہوا۔ اصول علم تقدیر مائیعات۔ حقیقت توازن۔ اور تجاذب مرکزی۔ تجاذب اجزا۔ اختراع آلہ تقدیر آب وغیرہ میں کیں۔ مگر جن حکماء نے مجرد تخیلات اور محض عقلی ڈھکوسلوں پر اپنی تحقیقات کو ختم کیا۔ اور مشاہدات و تجارب سے عقل کو مدد نہیں دی وہ علمی ترقی سے محروم رہے۔ اور مفید آلات کی ایجاد پر قادر نہ ہو سکے۔ فلسفہ تخیئلیہ کے پابند اور نظام بطلیموسی کے معتقد حکماء کا گمان تھا کہ دنبالہ دار ستارے کائنات الجو میں سے ہیں مگر تجربہ اور مشاہدات نے انکے گمان کا فاسد اور باطل ہونا قطعاً ثابت کر دیا اور بتا دیا کہ وہ کواکب سیارے ہیں۔ پہلے حکمائے ہیئت ان اقمار یعنی سیارات ثانویہ اور بہت سے نئے سیارات کے وجود سے بے خبر تھے۔ دوربین کی ایجاد نے اُن کی غلطی ظاہر کر دی۔ قدیم حکماء زحل کے حلقتیں سے بھی ناواقف تھے دوربین نے اُن کی یہ غلطی بھی ظاہر کی۔ فیثاغورس سے پہلے حکماء زمین کو ساکن مانتے تھے۔ فیثاغورس حرکت زمین کا

قائل ہُوا۔ قدیم حکماء کو ارض جدید وغیرہ کا بھی علم نہ تھا۔ علم تشریح سے متعلق آلہ خوردبین سے جو باریک باریک رگ و ریشے اب دریافت ہوئے ہیں پہلے حکماء کو معلوم نہ تھے۔ غرض بہت سی باتیں جو مجرد عقل کی جولانی یا قوت واہمہ کے زور سے پہلے حکماء کی مسلمات میں سے تھیں وہ فلسفہ استقرائیہ کی بدولت غلط ثابت ہوئیں۔

بیشک فلسفہ قدیمہ کا طریق استدلال نہایت معقول اور قوی ہے مگر چونکہ اس قسم کے استدلال میں ایسی عقلی تھیوریوں کو بھی بعض اوقات صحیح مان لیا جاتا تھا جن کی تائید میں کوئی یقین بخش ذریعہ موجود نہ تھا اس لئے نتائج غلط نکلتے تھے۔ پس جو لوگ الٰہیات میں محض عقل کو ایک معصوم رہبر سمجھ بیٹھے ہیں وہ سخت غلطی کے مرتکب ہیں۔

فلسفہ جدیدہ یا استقرائیہ میں چونکہ جزئیات سے کلیات استنباط کیے جاتے ہیں۔ اور جزئیات کی تعداد کیمیائی مقدار اُن کے خواص۔ اور ہر ایک جزئ سے متعلق قوانین فطرت کا کامل علم انسان کو حاصل نہیں۔ اس لئے فلسفہ جدیدہ کی بنا پر فلسفیوں کا اپنی قائم کردہ کلیات کو اٹل سمجھ لینا حد اعتدال سے گذر جاتا ہے۔

ابطال قدامت مادہ بروئے فلسفہ قدیمہ

جو مفہوم ذہن میں آتا ہے وہ از روئے حصر عقلی تین قسم کا ہوسکتا ہے۔ ایک واجب الوجود بالذات۔ دوسرا ممتنع الوجود بالذات۔ تیسرا ممکن الوجود بالذات۔ واجب الوجود بالذات وہ ہے کہ بغیر لحاظ کسی امر خارجی اور علت اور سبب کے صرف اُس کی ذات پر نظر کرنے سے اُس کا وجود واجب ہو اور عدم اُس کا محال۔ اور ممتنع الوجود بالذات وہ ہے کہ بغیر لحاظ کسی امر خارجی اور کسی علت اور سبب کے صرف اُس کی ذات کے لحاظ سے اُس کا عدم ضروری ہو اور کسی وجود کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ اور ممکن الوجود بالذات وہ ہے کہ اُس کی ذات پر نظر کرنے سے اُس کا وجود و عدم دونو برابر ہوں اب اگر مادہ کی ذات پر نظر ڈالی جائے تو اُس کا بے شعور اور بے ارادہ ہونا ظاہر ہے یہ نقص جو مادہ میں پایا جاتا ہے وہ اُسکا پیدا کیا ہُوا تو ہو نہیں سکتا کیونکہ بے شعور و بے ارادہ ہے اور کوئی باشعور و صاحب ارادہ اپنا نقصان آپ گوارا نہیں کرتا پس ضرور ہے کہ مادہ میں یہ نقص کسی دوسرے کا پیدا کیا ہُوا ہو لہذا مادہ واجب الوجود بالذات نہیں ہوسکتا بلکہ ممکن الوجود ہے اور چونکہ کوئی ممکن الوجود قدیم نہیں ہوسکتا اس لئے مادہ قدیم نہیں ہے۔

ابطال قدامت مادہ بروئے فلسفہ جدید

مادیئیں ہمیشہ مادہ مادہ پکارتے رہتے ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی نہیں بتا سکتا کہ مادہ کی حقیقت کیا ہے۔ مادہ کی تعریف میں بھی یہ لوگ متفق الرائے نہیں۔ اکثر مادیئیں کا بیان ہے کہ حواس خمسہ سے

جو محسوس ہوتا ہے وہی مادہ ہے حالانکہ حواس خمسہ سے بجز خوشبو بدبو نرمی سختی مزہ رنگ اور آواز کے کچھ محسوس نہیں ہوتا اور یہ سب عوارضات ہیں۔ خود حواس کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ علم النفس کے بعض عالموں کی رائے ہے کہ حواس خمسہ کے علاوہ انسان میں ایک چھٹی حس بھی ہے جس کے ذریعہ سے وہ اعضا کی اعصابی حرکت کو محسوس کرتا ہے۔ حکیم ارسطو نے کہا کہ مادہ بہ ترکیب اشیاء و منتہائے تغیرات اشیاء کا نام ہے مگر وہ یہ نہ بتا سکا کہ مادہ ہے کیا۔ حکیم دی مقراطیس جو حضرت مسیحؑ سے پانچسو برس پیشتر گذرا ہے اس نے کہا کہ جسم کی ترکیب نہایت چھوٹے چھوٹے اجزا سے ہے جن کی تقسیم نہیں کیجا سکتی مگر وہ بھی نہ بتا سکا کہ وہ اجزا ہیں کیا؟ حکیم سحٰق نیوٹن نے کہا کہ مادہ ان سالمات سے مرکب ہے جو آپس میں ملے ہوئے نہیں بلکہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں مگر قوانین قوت دافعہ و جاذبہ کے مطابق وہ اثرات قبول کرتے ہیں۔ اگر نیوٹن بھی نہ بتا سکا کہ سالمات کیا ہیں؟ حکیم لینٹز کا یہ خیال تھا کہ مادہ کے اجزاء ایسے باریک نقطوں سے مرکب ہیں جن میں طول عرض و عمق نہیں۔ حکیم بوسکووچ فرانسیسی نے اس کی تردید کی اور کہا کہ جب اجزاء میں مکان نہیں تو اُن کے مجموعہ میں کہاں سے طول عرض و عمق پیدا ہو گئے فخر یورپ حکیم ہربرٹ اسپنسر نے اپنی کتاب فرسٹ پرنسپلز (اصول اولیہ) مطبوعہ ۱۹۰۴ء کے صفحہ ۱۳ میں لکھا کہ مادہ کی حقیقت و اصلیت کو سمجھنا بھی مثل دیگر امور کے عقل انسانی سے بالاتر ہے۔

پس حکماء کی علمی شیخی سب کرکری ہو گئی۔ اور مادہ کی قدامت کا جو انہوں نے دعویٰ کیا ہے اُس کا بُطلان ظاہر ہو گیا مگر ہم اسی پر اکتفاء نہ کر کے کچھ اور بھی عرض کرتے ہیں۔ عرصہ ہوا مادہ کے متعلق اہل حس نے مان لیا تھا کہ وہ جوہر فرد غیر مرکب نہیں ہے بلکہ اُس کی ترکیب ایسے ننھے ننھے ذرات سے ہے جو کھربائیت پر مشتمل ہیں۔ چنانچہ یہ امر سی ڈبلیو سیلیبی صاحب کی کتاب ایوولیوشن دی ماسٹر کی سے ظاہر ہے خلاصہ یہ کہ ریڈیم دھات جو باقی عناصر مادہ کی طرح ایک عنصر ہے اگر اُسکو سپنتھروسکوپ (آلہ) میں رکھ کر دیکھا جائے تو اس میں ریڈیم کی روشنی کی کرنیں باہر کو اُڑتی نظر آئینگی اور یہ حالت ریڈیم میں رات دن جاری رہتی ہے یہ روشنی کی کرنیں کیا ہیں تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ بجلی کی چنگاریاں ہیں جو متواتر ریڈیم سے پیدا ہوتی رہتی ہیں یعنی مادہ آہستہ آہستہ بجلی کی چنگاریاں بن جاتا ہے اور بالآخر نامعلوم حالت میں چلا جاتا یعنی فنا ہو جاتا ہے یہی نظارہ تھوریم و یورینیم دھاتوں میں بھی نظر آتا ہے۔ یہ واقعات ثابت کرتے ہیں کہ مادہ کی اصل حقیقت یہی ہے کہ اس کا ہر ایک عنصر نہایت ہی چھوٹی چھوٹی بجلی کی چنگاریوں سے بنا ہوا ہے جس کا نام سائنسدانوں نے الیکٹران رکھا ہے اور چونکہ

سائنس دانوں نے یہ بات بھی مان لی ہے کہ مادّہ اور بجلی دو مختلف چیزیں ہیں پس مادّہ کا فانی ہونا ثابت ہو گیا۔ بجلی کے ذرات یعنی الیکٹران کی نسبت آخری تحقیق نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ان کے بھی اجزا ہیں اور وہ دو قسم کے ہیں۔ مثبت و منفی مثلاً اگر ہم ایک ریشمی رومال اور ایک شیشے کا رول لیں اور دونو کو آپس میں زور سے رگڑیں تو دونو پر ہم کو بجلی معلوم ہوتی ہے اس سے ظاہر ہے کہ وہ طاقت جو ان کو آپسمیں رگڑنے میں خرچ ہوئی بجلی بنجاتی ہے اور پھر وہ بجلی گلاس پر ایک قسم کی ہوتی ہے اور ریشمی رومال پر دوسری قسم کی۔ ایک قسم کی بجلی کو مثبت۔ اور دوسری قسم کو منفی کہا جاتا ہے۔ تجربہ نے بتایا ہے کہ مثبت قسم کی بجلی کے ذرّات ایک دوسرے سے علیحدہ رہنے کی کوشش کرتے ہیں اور منفی قسم کے ذرّات منفی قسم کی بجلی کے ذرّات سے علیحدہ رہنے کے درپے ہیں۔ جب مثبت قسم کی بجلی کے ذرات منفی قسم کی بجلی کے ذرات سے ملتے ہیں تو پھر وہ بجلی نہیں رہتے۔ بلکہ وہ طاقت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جو اُن کی پیدائش کی وجہ ہوئی تھی۔ اس تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے کہ جس طرح مادّہ فنا ہو کر بجلی بن جاتا ہے۔ بجلی فنا ہو کر طاقت بنجاتی ہے پس مادّہ کیا ہے عارضی رشتہ ہے بجلی کے ذرّات کا۔ الحاصل فلسفہ قدیمہ و جدیدہ دونو اس بات پر بالاتفاق شہادت دیتے ہیں کہ مادہ ازلی و قدیم نہیں بلکہ فانی ہے ÷

مولوی ثناء اللہ کی علمی قابلیت

اہل عرب نے جس وقت قرآن مجید کے منجانب اللہ ہونے سے انکار کیا۔ اور اس کو انسان کا کلام ٹھیرایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو قرآن کریم کی مثل اور نظیر بنانے کا چیلنج دیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا "لن تفعلوا" تم ہرگز نہ کر سکو گے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جس وقت عربی سے جاہل اور نابلد ٹھیرایا گیا۔ اور علماء نے کہا کہ ایک صیغہ عربی کا نہیں جانتا۔ تو اللہ تعالیٰ کی غیرت جوش میں آئی۔ اس نے آپ سے عربی کتب لکھوائیں۔ اور فرمایا۔ کہ علماء تیرے مقابلے سے عاجز رہ جائینگے۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ نے بہت سی کتب عربی زبان میں شائع فرما کر مقابلہ کی دعوت دی۔ بلکہ کثیر تعداد میں انعام بھی مقرر فرمایا۔ اور ساتھ ہی تحدی سے لکھا۔ کہ علماء زمانہ ہرگز ہرگز میرے مقابلے پر نہیں آسکتے۔ ان کتابوں میں سے ایک کتاب "اعجاز احمدی" ہے جو خصوصیت سے مولوی ثناء اللہ امرتسری کے مقابلے پر لکھی گئی۔ اور اس کو اور دیگر علماء کو اس جیسی کتاب بنانے کا چیلنج دیا۔ مگر مولوی صاحب کی طرف سے صدائے برنخواست کا معاملہ رہا۔ کیونکہ حضرت اقدسؑ نے صاف فرمایا تھا۔ کہ وہ لوگ مدّت مقررہ میں ہرگز ایسا نہیں کر سکینگے۔

"کیونکہ خداتعالیٰ ان کی قلموں کو توڑ دیگا اور ان کے دلوں کو غبی کرے گا"۔ (اعجاز ص۳۷)

لیکن جس طرح پہلے منکرین نے قرآن کی غلطیاں نکالنی شروع کردیں۔ اور کہا کہ یہ غلطی ہے وہ غلطی ہے۔ مگر نظیر بنانے کے متعلق یہی کہتے رہے لو نشاء لقلنا مثل ھذا ان ھذا الا اساطیر الاولین (انفال ع۴) اگر ہم چاہیں تو قرآن کی مانند بناڈالیں۔ یہ صرف پہلوں کی کہانیاں ہیں۔

اسی طرح مولوی صاحب نے کیا۔ اور حضرت اقدسؑ کے اشعار کی غلطیاں نکالنی چاہیں۔ چنانچہ انہوں نے غیر احمدیان قادیان کے جلسہ سالانہ ۱۹۲۳ء پر کتاب "سیرۃ المہدی" سے ایک روایت بیان کرکے اپنی نادانی کا ثبوت دیتے ہوئے دو شعروں پر اعتراض کیا۔ وہ روایت یہ ہے۔ "بیان کیا مجھ سے حافظ روشن علی صاحب نے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جن دنوں میں ایا ارض مد قد دفاک مدمر والا قصیدہ اعجاز احمدی لکھا۔ تو اسے دوبارہ پڑھنے پر باہر آکر حضرت خلیفہ اول سے دریافت فرمانے لگے۔ کہ مولوی صاحب کیا "ایا" بھی ندا کے لئے آتا ہے۔ عرض کیا گیا۔ ہاں حضور بہت مشہور ہے فرمایا شعر میں لکھا گیا ہے۔ ہمیں خیال نہیں تھا۔ نیز میرزا صاحب بیان کرتے ہیں کہ کئی دفعہ حضور فرماتے تھے۔ کہ بعض الفاظ خود بخود ہمارے قلم سے لکھے جاتے ہیں اور ہمیں ان کے معنی معلوم نہیں ہوتے۔ حافظ صاحب کہتے ہیں۔ کہ کئی دفعہ حضرت صاحبؑ سے ایسا محاورہ لکھا جاتا تھا۔ کہ جس کا عام لغت میں استعمال نہ ملتا تھا۔ لیکن پھر بہت تلاش سے پتہ چل جاتا تھا"۔ ص۶۷

اس روایت کو بیان کرکے مولوی صاحب نے حضرت اقدسؑ کے دو شعروں پر اعتراض کیا۔ اور ان میں نحوی غلطی کا ذکر کیا۔ وہ شعر یہ ہیں ؎

۱۔ فَقُلْتُ لَكَ الْوَيْلَاتُ يَا اَرْضَ جُولَرَ ٭ لُعِنْتِ بِمَلْعُونٍ فَاَنْتَ تُدَمَّرُ

۲۔ اَآخَيْتَ ذِئْبًا عَائِثًا اَوْ اَبَا الْوَفَا ٭ اَوْ اٰفَيْتَ مُدًّا اَوْ دَنَا اَمْرِتْسَرُ

شعر اول پر یہ اعتراض کیا۔ کہ اس میں "تدمرین" چاہئیے تھا۔ کیونکہ ضمیر ارض کی طرف راجع ہے۔ جو مؤنث اور مخاطب ہے۔

دوسرے شعر پر یہ اعتراض تھا۔ کہ اس میں "امرتسر" مرفوع کی جگہ منصوب آنا چاہئیے کیونکہ مفعول بہ ہے۔

اعتراض اوّل کا جواب

مولوی صاحب! آپ کا اعتراض کم علمی پر مبنی ہے۔ کیونکہ اشعار میں توازن کے لئے کمی اور زیادتی ہو جاتی ہے۔ جس کی مثالیں غالباً آپ کو معلوم ہی ہونگی۔ لیکن علاوہ بریں آپ کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ارض کا لفظ مؤنث حقیقی

نہیں۔ اور اس کے لئے مذکر کی ضمیر بھی استعمال ہو جاتی ہے۔ لیجئے پڑھیئے ؎

کَیْ یَطْلُبُوْا فَوْقَ ظَهْرِ الْاَرْضِ لَمْ یَجِدُوْا ✤ مِثْلَ الَّذِیْ غَیَّبُوْهُ فِیْ بَطْنِهٖ رَجُلًا

(حماسہ مجتبائی ص ۵۱۷)

اس شعر میں لفظ "بطنہٖ" میں جو ضمیر ہے۔ اس کا مرجع ارض ہے۔ حالانکہ یہ ضمیر مذکر ہے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ ارض کے لئے ضمیر مذکر بھی آجاتی ہے۔ لہٰذا آپ کا اعتراض باطل ہو گیا۔ کیونکہ گو "تدمّر" میں مذکر کی ضمیر ہے۔ لیکن ارض کے لئے ضمیر مذکر بھی استعمال ہو جاتی ہے خلاف اعتراض

اعتراض دوم کا جواب

اوّل "امرتسر" کو اگر منصوب پڑھ لیا جاوے۔ تو اس سے بھی کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ ایسا اکثر کیا بلکہ تمام شاعروں کی کلام میں ہوتا ہے۔ چنانچہ اخفش نے کہا ہے لَا یَکَادُ یَسْلَمُ مِنْهُ شَاعِرٌ (دو شاح ص ۱۲۹) کہ ایسا کرنے سے کوئی شاعر بچ نہیں سکتا۔ اس کی مثال میں ہم ذیل میں علاء بن المنہال شاعر کا شعر نقل کرتے ہیں۔ کہتا ہے ؎

لَیْتَ اَبَا شَرِیْكٍ كَانَ حَیًّا ✤ فَیُقْصِرَ حِیْنَ یُبْصِرُهٗ شَرِیْكُ

وَیَتْرُكَ مِنْ تَدَرُّئِهٖ عَلَیْنَا ✤ اِذَا قُلْنَا لَهٗ هٰذَا اَبُوْكَ

لہٰذا اگر حضرت اقدسؑ کے کلام میں ایسا ہوا۔ تو اس کو محل اعتراض ٹھیرانا غلطی ہے۔

دوم۔ "امرتسر" کو مرفوع ہی پڑھا جاوے۔ تب بھی جائز ہے۔ کیونکہ منصوب کا مرفوع پڑھنا تو کجا مفتوح کو بھی شعر کی وجہ سے مرفوع کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کی عمدہ مثال ہے ؎

وَاَنْتَ الْكِتَابُ الْمُبِیْنُ الَّذِیْ ✤ بِاَحْرُفِهٖ یَظْهَرُ الْمُضْمَرُ

فَلَا حَاجَةَ لَكَ فِیْ خَارِجٍ ✤ یُخَبِّرُ عَنْكَ بِمَا سُطِّرُ

(دیوان بدیع البیان مطبوعہ لکھنؤ ص ۴۲)

اس میں لفظ سُطِّرَ کو محض شعر کی وجہ سے مرفوع کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ ماضی کا صیغہ ہے۔ اور اس پر لازمی طور پر فتح آتا ہے۔

مولوی صاحب! اگر مفتوح مرفوع ہو سکتا ہے محض شعر کی خاطر۔ تو منصوب کیوں مرفوع نہیں ہو سکتا؟

اسی طرح حضرت علیؓ کا یہ شعر بھی ہے ؎

وَمَنْ یَسْتَعْتِبِ الْحَدَثَانَ یَوْمًا ✤ یَكُنْ ذَاكَ الْعِتَابُ لَهٗ عَنَاءٌ

(دیوان بدیع البیان ص ۶)

اس شعر میں لفظ "ھَنَاءُ" جو مرفوع استعمال ہوا ہے منصوب چاہیئے تھا۔ کیونکہ کان کی خبر واقع ہوا ہے۔ اور کان کی خبر منصوب ہوتی ہے۔ لیکن محض ضرورت شعری یا تطابق کیلئے اس منصوب کو مرفوع پڑھا گیا۔

مولوی صاحب! کیا اب بھی آپ کو حضرت اقدس کے شعر پر اعتراض کا حق ہے؟

اسی طرح حضرت حسان بن ثابت فرماتے ہیں ؎

اَدَامَ اللّٰہُ ذَالِکُمْ حَرِیْقاً ÷ وَضَرَّمَ فِیْ طَوَائِفِھَا السَّعِیْرُ

ھُمْ اُوْتُوا الْکِتَابَ فَضَیَّعُوْہُ ÷ فَھُمْ عُمْیٌ عَنِ التَّوْرَاۃِ بُوْرُ

(فتوح البلدان بلدذری مصری ص۲۵)

اس جگہ بھی اگر طبیعی ترکیب مدِنظر رکھی جاوے اور بعید از کار تاویل نہ کی جاوے۔ تو "ضَرَّمَ" کا لفظ اَدَامَ پر عطف ہے۔ اور اس کا فاعل اللّٰہ ہے اور السعیر مفعول بہ ہے۔ جو منصوب ہوتا ہے۔ لیکن اس جگہ ضرورت شعری کی وجہ سے مرفوع پڑھا گیا ہے۔

اور اسی کی تائید میں حضرت علیؓ کا ایک اور شعر بھی ہے۔ فرمایا ؎

وَکَمْ سَاعٍ لِیُثْرِیَ لَمْ یَنَلْہُ ÷ وَاٰخَرُ مَا سَعٰی لَحِقَ الثَّرَاءُ

(دیوان حضرت علیؓ مترجم ص۶)

اس میں بھی الثراءُ مفعول بہ ہوتے ہوئے مرفوع آیا ہے۔ غالباً تاویلات رکیکہ نہ کریں گے۔

امید ہے کہ ان اشعار سے آگاہی کے بعد مولوی صاحب آئندہ ایسے لچر اور بودے اعتراض کرکے علمی حلقے میں اپنی پردہ دری نہ کرائینگے۔ اور نیز حضرت اقدسؑ کے متعلق مندرجہ بالا روایت کو درست تسلیم کرینگے۔ ع بر رسولاں بلاغ باشد و بس ÷

المسیح الدجّال

(نمبر ۲)

مَیں نے پہلے رسالے میں بدلائل بیّنہ ثابت کیا تھا کہ المسیح الموعود سے پہلے المسیح الدجال کا ظہور ضرور تھا اور اس کا مظہر اتم باعتبار اپنے دعاوی باطلہ کے میرزا حسین علی ہے جس نے اپنا نام بہاءاللہ رکھا۔ تا دعویٰ الوہیت پر مشعر ہو۔ الدجال کی نسبت احادیث و روایات میں آیا ہے کہ ایک پہلو سے اسے ربّ و الٰہ ہونے کا دعویٰ ہوگا اور دوسرے پہلو سے وہ نبیوں و رسولوں کی شان بتائیگا۔ اور پھر اپنے دعاوی کے دلائل وحالات ایسے بیان کریگا۔ کہ بعض نادانوں کو دھوکہ ہوسکے۔ الدجل۔ التموید۔ ملمع سازی اسی کا نام ہے کہ جیسے پیتل کی انگوٹھی اور سونے کی انگوٹھی میں سرسری نظر سے کوتاہ بینوں کو فرق نہیں معلوم ہوتا بلکہ ملمع کی انگوٹھی زیادہ شوخ نظر آتی ہے اسی طرح المسیح الموعودؑ کے مقابل المسیح الدجال کے دعاوی وحالات نظر فریب ہوسکتے ہیں۔ مگر انّ دبّکم لیس باعور ایسا بھاری نشان ہے کہ ایک مومن کو قطعاً مغالطہ نہیں ہوسکتا۔

یہ بات کہ بہائیوں کے مقتداء کو ربوبیّت و الٰہیّت کا دعویٰ ہے رسالت و نبوّت کا دعویٰ نہیں بہ دلائل بیّنہ وحوالہ جات متعددہ دکھائی جاچکی ہے۔ اس پر اس قسم کے عذرات بارده کہ قرآن مجید میں بھی ما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمٰی آیا ہے۔ نافہمی اور حقائق دین سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ بوجہ علت العلل ہونے کے ہر کام اللہ ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے اور انبیاء کا معجزانہ فعل خدا ہی کا فعل ہوتا ہے۔ اسی طرح خدا کی بعض صفات کا پرتو کسی عبد فانی پر پڑتا ہے مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ دارائے جمیع صفات الٰہیہ ہی شخصیت ہوگئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات برکات مظہر اتم الوہیت تھی مگر کبھی ان کو خدائی کا دعویٰ نہیں ہوا۔ اور نہ ان کے کلام کو خدا کا کلام کہا گیا بلکہ خدا کی وحی الگ نظر آتی ہے اور نبی کا کلام الگ فرق بیّن ہے۔ بخلاف اسکے مرزا حسین علی پر جو وحی نازل ہو وہ الگ اور اس کا اپنا کلام الگ نہیں دکھایا جاسکتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے رسولوں اور نبیوں کی طرح یہ دعویٰ ہی نہیں کہ مجھ پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے بلکہ وہ تو خود خدا بنتا ہے اور اپنے خط کی نسبت جو کسی مرید کو لکھتا ہے کہتا ہے مَیں نے یہ فلاں شخص کی طرف نازل کیا۔ اور خدا کی جتنی صفات خاصہ ہیں۔ ان کا مرکز اپنی ذات ہی کو بتاتا ہے۔ اور یہی اس کے مرید مانتے ہیں۔ مولانا فضل الدین صاحب نے الفضل

میں ایسے حوالے دیئے ہیں۔ جن کی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی اور نہ کسی بہائی نے کرکے دکھائی۔ نہ کرکے دکھا سکتا۔ پر خدا جانے کیوں دو تین فتنہ پرداز کہہ رہے ہیں۔ کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ مثلاً وحاد ونی قد خلق بامری (جو کچھ میری ذات کے سواہے وہ میرے امر سے پیدا کیا گیا) الواح مبارکہ صفحہ ۲۱۷۔ اس میں آپ تمام مخلوقات عالم کے خالق بن رہے ہیں شاید کوئی کہدے کہ یہ خدا فرما رہا ہے لیکن صفحہ ۲۱۶ پر یہ جملہ ہے ورد علینا من الذین خلقوا بامرہ من عند نا ہم پر مصائب انکی طرف سے بھی وارد ہوئے ہیں جو ہمارے حکم سے پیدا کیئے گئے ہیں۔ اب جو مصائب کا مورد ہے وہ خدا نہیں بلکہ میرزا حسین علی ہی ہے۔ کتاب اقدس صفحہ ۱۷ پر ہے یا عیسٰی افرح بما یذکرک مالک العرش والثرٰی اس فقرے میں اپنے آپ کو مالک العرش والثرٰی بتایا ہے۔ اور کتاب مبین صفحہ ۲۹۵ پر ہے حملنا الشدائد من کل دنی بعد اذ کان فی قبضتنا ملکوت السموات والارضین ہم نے مرا دنی سے ادنی آدمی سے تکلیفیں اُٹھائیں بعد اس کے کہ ہمارے قبضہ میں سموات و ارضین کی ملکوت تھی۔ اب یہ وہم بھی نہیں آسکتا کہ یہ خدا تعالٰی کا کلام ہے جو میرزا حسین علی پر نازل ہے بلکہ خود میرزا حسین علی ہی خدا بنا ہوا ہے اور اسے دعوٰی ہے کہ زمین و آسمان میرے قبضے میں ہیں۔ اسی طرح اقتدار صفحہ ۳۶ میں کذلک نطق القلم اذ کان مالک القدم فی سجنہ الاعظم آیا ہے۔ یعنی یہ قلم بولتا ہے جب کہ قِدَم کا مالک اپنے قید خانہ میں ہے۔ دیکھیئے یہاں مالک القدم ہونیکا دعوٰی ہے جو خاصۂ اُلوہیّت ہے۔ اور اقتدار صفحہ ۱۱۴ کے اس حوالہ نے تو تمام قلعی کھول دی ہے کہ میرزا حسین علی اپنے آپ کو کیا سمجھتا تھا۔ اذ تراہ احد فی الظاہر یجدہ علٰی ہیکل الانسان بین ایدی اہل الطغیان واذا یتفکر فی الباطن یراہ مہیمناً علٰی من فی السموات والارضین۔ یعنی ظاہر میں تو انسان کی شکل ہے جو اہل طغیان کے ہاتھوں میں پڑا ہے۔ مگر دراصل یہ تمام ان نفوس پر جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے مھیمن ہے۔ اب فرمایئے یہ شخص وہی الدجّال نہیں جسکی احادیث میں خبر ہے اور کیا اسکی کچھ بھی تاویل ہوسکتی ہے اور کیا اس کی مثال دوسرے انبیاءؑ سے دی جاسکتی ہے۔ ہرگز نہیں کیونکہ کسی نبی نے کبھی اجازت نہیں دی کہ اسے خدا کی ان صفات خاصہ کا مالک قرار دیا جائے جو محض خاصہ اُلوہیّت ہیں۔ انبیاءؑ اپنی عبادت کا حکم نہیں دیتے بلکہ خدا کی عبادت کا حکم دیتے ہیں۔ اور بہائیوں میں جو طریق ہے وہ ان کی ایک کتاب سے حوالہ دیتا ہوں جو بچوں کو بہائی مذہب کے عقائد سکھانے کے لئے چھاپی گئی ہے۔

دروس الدیانتہ (مستفاد از صحف وزبر آلہیہ) صفحہ ۷ پر ہے:۔

آں وجود مبارک را در روئے زمین خلیفہ و جانشین خود ساختہ کل عباد را امور بشناسائی و اطاعت او مے فرماید پس ہر کس او را شناخت خدا را شناختہ و ہر کس اطاعت او نمود خدا را اطاعت نمودہ۔

دیکھئے یہاں اس وجود کی اطاعت و شناسائی کو خدا کی اطاعت و شناسائی ان معنوں میں بتایا ہے کہ جو خدا ہی سے مخصوص ہے۔ کیونکہ بہائی خدا کو تو عدم محض کی حیثیت دیتے ہیں اور تمام صفات کا مالک اور مرکز مرزا حسین علی کے وجود کو مانتے ہیں مثلاً جب ایک مسلمان رب العالمین مالک القدم مہیمن سموات و ارض کہتا ہے تو اس کے ذہن میں خدا تعالیٰ ہوتا ہے۔ مگر ایک بہائی کے ذہن میں مرزا حسین علی۔ کون حسین علی جس کی نسبت درس الدیانتہ میں ہے۔

اعتقاد ما بہائیاں این است کہ جمال قدم حضرت بہاء اللہ جل ظہورہ۔ مظہر نفس اللہ و مطلع غیب مکنون و ظہور کنز مخزون و سر مصون در کل اعصار و قرون است (صلا)

ہم بہائیوں کا اعتقاد ہے کہ جمال قدم۔ بہاء اللہ تھا۔ وہ نفس اللہ ہے۔ اور غیب مکنون کا مطلع اور ہر زمانے اور ہر قرن میں سر مصون ہے۔ یعنی حسین علی خدا کا فرستادہ نہیں بلکہ خدا کا نفس اور اس کی ذات ہے اور یہی ہر زمانہ میں انبیاء و رسل پر ظاہر ہوتا رہا ہے جبھی اس (حسین علی) نے کہا یہ فتحت ابواب اللقاء علی وجوہ النبییّن والمرسلین کل استمد وا بذکرہ (مبین ص۱۸۷) کہ اسی حسین علی کے ذریعے تمام انبیاء و مرسلین پر لقاء الٰہی کے دروازے کھلے اور اسی کے ذکر سے سب نے استمداد کی۔ اور مبین ص۳۱۵ پر ہے لولاہ ما نزل الوحی فی ازل الازال (اگر حسین علی نہ ہوتا تو ازل سے لیکر ابد تک وحی نازل نہ ہوتی) اور مبین ص۲۴۰ پر کہا ہے کہ لولاہ ما اظہرت نفسی وما نزل الفرقان والانجیل۔ (اگر حسین علی نہ ہوتا تو (محمد رسول اللہ کہہ رہے ہیں) میں ظاہر نہ ہوتا۔ اور نہ فرقان و انجیل نازل ہوتے)

پھر لوح الرئیس میں آیا ہے۔ (الواح مبارکہ ص۹۰) انا اظہرنا الکلیم من بیتہ (ہم نے کلیم موسیٰ کو اس کے گھر سے نکالا) اور انا نجیناہ بالحق (ہم نے خلیل کو نجات دی) یہ انا کون ہے ص۹۱ پر بتایا ہے۔ اعلم یا عبد انّا اصبحنا ذات یوم وجدنا احباء اللہ بین ایدی المعاندین۔ اے بندے جان کہ ہم نے ایک روز پایا کہ احباء معاندین کے قبضے میں ہیں یعنی جسے دعویٰ تھا کہ میں نے خلیل کو نجات دی وہی اپنے آپ کو سپاہیوں کے نرغے میں پاتا ہے اور کہتا ہے اجتمع علینا ضباط العسکریتہ (ص۹۱) اور درس الدیانہ میں ہے ص۹۱ "بشارات انبیاء

واولیاء با ہر گردید ودراں یوم جمال اقدس ابہی برعرش ربوبیت کبری" "مستوی وبکل اسماء حسنی و صفات علیا براہل ارض وسماء تجلی فرمود" یعنی حسین علی ربوبیت کبریٰ کے عرش پر بیٹھا۔ اور کل اسماء حسنیٰ سے متصف ہوا اچھا خاصہ خدا بن گیا" پھر یہ کوئی حالت سکر کا کلام نہیں۔ وحدت وجود کا صوفیانہ مسئلہ نہیں۔ بلکہ مریدوں کو تعلیم ہے کہ مرنے کے بعد مجھے مردہ نہ سمجھو۔ بلکہ میری ہی عبادت میری ہی پوجا ہو مجھ سے دعا کی جائے۔ میرے روضے کو قبلہ بناؤ۔ چنانچہ دروس الدیانۃ میں ہے:۔

قبلۂ ما اہل بہاء روضۂ مبارکہ است درمدینہ عکاء کہ در وقت نماز خواندن باید رو بروضۂ مبارکہ بایستیم وقلباً متوجہ بجمال قدم جل جلالہ وملکوت ابہی باشیم۔ وایں است آں مقام مقدسیکہ در کتاب اقدس از قلم اعلیٰ نازل شدہ قولہ جلت ارادتہ" واذا اردتم الصلوٰۃ ولّوا وجوھکم شطر الاقدس المقام المقدس الذی جعلہ اللہ مطاف الملاء الاعلیٰ (ص۲۸)

ہم بہائیوں کا قبلہ۔ روضۂ مبارکہ ہے۔ جو مدینہ عکّہ میں ہے (بالکل جھوٹ عکہ سے تین میل پرے ایک گاؤں میں ہے) نماز پڑھنے کے وقت چاہیئے کہ منہ روضۂ مبارکہ کی طرف کرکے کھڑے ہوں اور دل سے جمالِ قدم (حسین علی مرزا) کی طرف متوجہ ہوں اور یہ حکم کتاب اقدس (بہائیوں کی شریعت کی کتاب) میں ہے۔

یہ جمال قدم کون ہے۔ شائد کوئی بہائی دھوکہ دے اور کہے کہ اس سے مراد خدا ہے مگر روضہ مبارکہ خود ظاہر کر رہا ہے کہ حسین علی مراد ہے۔ اور اسکو ہر حالت میں معبود سمجھا جاتا ہے جب وہ دنیا میں تھا اسوقت بھی اور جب وہ مرکر مٹی ہو گیا جب بھی۔ ص۹۱ دروس الدیانۃ پر ہے کہ

دراں یوم مبارک جمال قدم جل اسمہ الاعظم از بیت مبارک بباغ رضوان نقل مکان فرمودند۔

اس روز (ایک عید کا ذکر ہے) جمال قدم جل اسمہ الاعظم (حسین علی کے نام ساتھ جلّ جلالہ۔ جل اسمہ الاعظم لانا بھی ظاہر کر رہا ہے کہ اسے بہائی اپنا الٰہ مانتے ہیں) اپنے گھر سے باغ کو جایا کرتا تھا۔ یہ حوالہ بھی بتا رہا ہے کہ جمالِ قدم سے مراد مرزا حسین علی ہے جس کی قبر کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ اور جس کے لئے ہدایت ہے کہ بجائے انی وجّھت وجھی للذی فطر السمٰوات والارض۔ اسکی طرف متوجہ ہوں۔

درقلب باید متوجہ بجمال قدم واسم اعظم باشیم زیرا مناجات درازو نیاز ما با اوست وشنوندہ جز او نیست واجابت کنندہ غیر او نہ۔ (ص۲۹ دروس الدیانہ)

یعنی دل میں چاہیئے کہ روضۂ مبارکہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے ہوئے اور دیگر مناجات وغیرہ میں جمال قدم

یعنی مرزا حسین علی کی طرف متوجہ ہوں۔ کیونکہ ہماری مناجات اور راز و نیاز "اسی کے ساتھ ہے اور اسکے بغیر ہماری دعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنیوالا اور کوئی نہیں"۔ کیا اس حوالے کے بعد بھی شک رہ سکتا ہے کہ بہائی۔ مرزا حسین علی کو اپنا معبود اور الٰہ اور ربّ اور خدا مانتے ہیں۔ اور اس کی قبر پیاور اسے قبلہ بنا کر خود اسی حسین علی کو سجدہ کرتے اور اسی سے دعائیں مانگتے اور اسی کو مناجات کا قبول کرنے والا مانتے ہیں۔ میرے خیال میں اس سے ذلیل اور پایۂ انسانیت سے گرانے والی حرکت اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک انسان کی قبر کو سجدہ گاہ بنایا جائے اور اس سے دعائیں ہوں۔ یہ لوگ کل عالم کے مصلح بنتے ہیں۔ اور خود ان ادنےٰ ذلیل خیالات کے ہیں جو پرانے مشرکین میں بھی نہیں۔ پھر اس فرقہ کا سب سے بڑا عبادتی فعل ملاحظہ ہو۔ لوح الرئیس میں مرزا حسین علی خود لکھتا ہے گویا یہ کلام الٰہی ہے جو اس نے بحیثیت خدا اپنے مرید پر نازل کیا :-

وفدیٰ احدٌ من الاحباء بنفسہ وقطع حنجرہ بیدہ (ص ۹۱)

یعنی ایک نے احباء میں سے اپنی جان کا یوں فدیہ دیا کہ اپنا گلا اپنے ہاتھ سے کاٹ لیا۔ کون نہیں جانتا کہ تمام مذاہب الٰہیہ میں خودکشی حرام ہے اور درحقیقت سخت مذموم فعل ہے ہمارے حضرت خلیفۃ المسیح نے ایک دفعہ فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں شرک ایسا گناہ ہے جو بخشا نہیں جاتا یہ ٹھیک ہے مگر توبہ کے بعد بخشا جاتا ہے اس سے بھی بڑھ کر ایک گناہ ہے وہ خودکشی ہے جو کبھی بخشا نہیں جاتا۔ کیونکہ خودکشی خدا تعالےٰ سے مایوسی کا نام ہے۔ جو خودکشی کرتا ہے وہ گویا سمجھ لیتا ہے اب میرا خدا کچھ نہیں کر سکتا اور میری مشکلوں کا کوئی حل نہیں۔ اور یہ مایوسی کفر باللہ کی اصل بنیاد ہے۔ خودکشی سے جب رگ حیات منقطع ہو گئی تو توبہ کے لئے بھی وقت نہ رہا اسلئے خودکشی ایسا گناہ ہے جو بدترین گناہ اور اکبر الکبائر اور ایسا کفر ہے کہ اس سے بڑھکر کفر نہیں۔ لیکن مرزا حسین علی اپنے مرید کی خودکشی پر اسے یہ خطاب دے رہا ہے :-

والذی قطع حنجرہ فی العراق انہ لمحبوب الشہداء وسلطانہم وما ظہر منہ کان حجۃ اللّٰہ علی الخلائق اجمعین۔ (الواح مبارکہ ص ۹۲)

جس نے اپنا گلا آپ کاٹ لیا وہ تمام شہیدوں کا محبوب اور تمام شہیدوں کا بادشاہ ہے لاحول ولا قوۃ۔ ایک حرام موت مرنے والے کو سلطان الشہداء بنایا ہے حالانکہ خودکشی سے بڑھ کر کوئی جرم نہیں۔ اگر اس شخص کو یقین ہوتا کہ میرا مولیٰ ملکوت سمٰوات و ارض کا مہیمن مولیٰ ہے تو وہ اپنی مشکل سے کبھی نہ گھبراتا مگر وہ تو خدا حسین علی کو سمجھتا تھا جو اسکے سامنے قید تھا اس نے اپنے خدا کو مجبور دیکھ کر یہ سمجھ لیا کہ اب میری مشکل کی کوئی حل نہیں اسلئے دہریہ اور مشرک کی مانند یہ ذلیل حرکت کی کہ اپنا گلا آپ کاٹ لیا

جیسا کہ مادہ پرستوں میں عموماً ہوتا ہے۔ میرے نزدیک تو صرف یہی بات اس مذہب کے جھوٹا ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ خدا تعالیٰ اس دجّال کے پنجے میں آنیوالی روحوں کو نجات بخشے۔ صرف اسی حکم سے اس شریعت بہائیہ کی روحانیت و پاکیزگی کا پتہ لگ سکتا ہے جس نے جملہ ملل کو منسوخ کر دیا اور جس کے سامنے اب قرآن مجید کی ضرورت بھی نہیں رہی بلکہ وہ سب منسوخ ہے۔ میں ایک اور ثبوت بھی دینا چاہتا ہوں کہ بہائیوں کے نزدیک شریعت کی کیا حقیقت ہے۔ دروس الدیانۃ (جو عشق آباد میں مرتب و مطبوع ہوئی ۱۳۲۹ھ) میں علی محمد باب کی نسبت لکھا ہے:-

منتظر معہود اہل فرقان (اہل اسلام) بود × × ہر چند من حیث الظہور مستقل و ظہور کل الٰہی بودند۔ زیرا شریعت فرقان بظہور مبارکش منسوخ شد و تشریع شریعتے بدیع فرمودند و کتاب بیان مشتمل بر اوامر و احکام از سماء ارادہ اش نازل گشت۔ (صـ۱۳)

یعنی باب کی شریعت نے قرآن مجید کی شریعت کو منسوخ کر دیا۔ اور نئی کتاب بیان اوامر و احکام جدیدہ کے ساتھ آسمانی ارادہ سے نازل ہوئی (صـ۱۳)

گویا باب کی شریعت ایسی اعلیٰ ہے کہ اس نے قرآن مجید ایسی بے مثل کتاب کو منسوخ کر دیا لیکن اس منسوخ کرنیوالی کتاب کی حقیقت کیا ہے۔ مقالہ شخصے سیاح جو بہائیوں کی مستند مشہور و معروف کتاب ہے اور جس کا اصل مصنف عبد البہا خلیفہ بہائیاں ہی ہے۔ اسمیں لکھا ہے:-

"انہوں نے (علی محمد باب) ان تالیفات کو الہامی صحیفوں اور کلام فطری کے نام سے موسوم کیا ہے تحقیق سے معلوم ہوا کہ فرشتہ کے ذریعے اپنے اوپر وحی اترنے کا انہوں نے دعویٰ بالکل نہیں کیا" (باب الحیات ترجمہ مقالہ صـ۴)

یہ ہے حقیقت اس کتاب کی کہ وہ وحی نہیں۔ اور باایںہمہ اس کا درجہ یہ ہے کہ وہ خدا کے اپنے پاک کلام قرآن مجید کو منسوخ کرتی ہے۔ مگر یہیں تک خیر نہیں بلکہ ایسی اعلیٰ کتاب جس کے سامنے قرآن مجید کی کچھ ہستی نہیں اور جس کی نسبت پہلے ریویو میں حوالہ دے چکا ہوں کہ سیدنا محمد رسول اللہ جو کچھ تیئس سال کی مدت میں لائے باوجود قید و مصائب اس سے بہت بڑھ چڑھ کر چند سال میں باب نے لکھ دیا۔ وہ حسین علی نے قبول ہی نہیں کی۔ اور کہہ دیا کہ منظور نہیں چلو یہ ناسخ شریعت محمدیہ کتاب بیان بھی منسوخ۔ یا آں شور اشربی یا بایں بے نمکی حوالہ ملاحظہ ہو۔

در ایں ظہور مبارک احکام کتاب بیان منسوخ است مگر قلیلے کہ جمال ابہی امضاء در کتاب مستطاب اقدس تازہ آخری نازل فرمودند۔ × × حضرت بشر نقطہ اولی جز تفخیم

مقام ظہور کلی الٰہی یعنی اشراق شمس جمال ابہی مقصود دے و منظور نے نداشتہ۔ (صفحہ ۱۱۲) پس معلوم و ظاہر است کہ مقصود بالذات از تنزیل احکام اظہار خدمت است نہ تاسیس شریعت و ما بہائیان رجوع باحکام بیان بالمرہ نداریم کتاب ما کتاب مبارک اقدس است" (صفحہ ۱۱۲) یعنی کتاب بیان منسوخ ہے۔ مگر کچھ رہ گئی جو حسین علی نے دوسری بار نازل کی۔ (یہ نہیں کہا کہ حسین علی پر دوسری بار نازل ہوئی۔ یہ توجہ طلب ہے اور خود خدا ہونے کا ثبوت) علی محمد باب نے تو الوہیت کلی (حسین علی) کی خدمت کی تھی گویا ایک شریعت تجویز کر کے پیش کر دی مگر حضور نے منظور نہ کی اور اسے رد کر دیا۔

اس بات سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وحی و الہام کی کیا حقیقت بہائی سمجھتے ہیں۔ یعنی وہ شریعت جسے ناسخ شریعت محمدیہ قرار دیا ہے۔ وہ اگر فی الواقعہ خدا کا کلام تھا تو اسکے کیا معنی کہ حسین علی کی منظوری پر منحصر تھا کیا حسین علی خدا سے بڑا وجود ہے جو خدا ایک کتاب تصنیف کر کے اصلاح و منظوری کے لئے حسین علی کے سامنے رکھتا ہے اگر کہو کہ علی محمدؐ کی اپنی تصنیف تھی تو یہ پہلے حوالوں کے خلاف ہے جن میں اس کے آسمان سے نازل ہونے کا ذکر ہے۔ اور جس میں بتایا گیا ہے کہ اس نے قرآن کو منسوخ کر دیا کیا انسان کا کلام خدا کے کلام کو منسوخ کر سکتا ہے۔ دیکھئے کیسا گندہ مذہب ہے خدا اس سے محفوظ رکھے اور اس انسانیت کی لعنت سے جلد تر معمورہ عالم پاک و صاف ہو۔ آمین ثم آمین ❖

عصمت کبریٰ صفحہ ۲۲ "عصمت کبریٰ صرف اس کے ہی لئے مخصوص ہے جس کا مرتبہ اوامر و نواہی سے پاک اور خطا و نسیان سے مبرا ہے کیونکہ وہ ایک نور ہے جس کے پیچھے تاریکی نہیں ہے اور عین صواب ہے جس کے پاس خطا بھولے سے نہیں پھٹکتی وہ اگر پانی پر شراب اور آسمان پر زمین اور نور پر نار کا حکم لگائے تو بلا شبہ اس کا حکم لگانا بالکل بجا ہے کسی کو حق نہیں ہے کہ اسپر اعتراض کرے یا اس سے یہ پوچھے کہ تو نے یہ کیوں اور کس لئے کیا اس پر جو شخص اعتراض کریگا اس کا شمار سارے جہان کے پروردگار خدائے تعالیٰ کی کتاب میں ان لوگوں میں شمار ہوگا جو حق سے منہ موڑتے ہیں۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اسکی بابت اس سے باز پرس نہیں کیجا سکتی۔ لیکن اسکے سوائے اور سب لوگوں سے انکے اعمال و افعال کی بابت پوچھ گچھ کیجا سکتی ہے کیونکہ وہ غیب کے آسمان سے آیا ہے اور اسکے ساتھ خدائی اختیار کا جھنڈا اور قدرت و اقتدار کا لشکر ہے اسکے سوائے اور سب لوگوں پر فرض ہے کہ جس شریعت کا اس نے حکم دیا ہے اسپر چلیں اور اسکے حکم کو بجا لائیں۔ وہ اگر اس سے ایک بال برابر بھی ادھر ادھر ہونگے تو انکا سارا کیا کرایا اکارت ہو جائیگا" یہ ہے بہاء اللہ کا دعویٰ عصمت کبریٰ جس کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسکے دماغ میں دعویٰ الوہیت ضرور حلول کئے ہوئے تھا۔ اسکو اختیار کا صاف اقبال ہے اور وہ اپنے آپکو کسی شریعت کی پابندی سے بالاتر سمجھتا ہے۔ اسکی شریعت پر اگر دوسرا عامل نہ ہو تو اسکے تمام اعمال ضائع و برباد۔ لیکن اگر وہ خود اس شریعت کا پابند نہ ہو تو جائز۔

کابل کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا کشف

"سیاست نے چوہدری ظفراللہ خاں اور دیگر جاں نثاران اسلام پر ہنسی اڑائی ہے کہ وہ کابل میں نعمت اللہ خاں شہید"
"کے کام کو جاری رکھنے کیلئے اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار ہیں۔ امان افغان نے ہمیں جاسوس اور سیاسی آدمی قرار"
"دیا ہے اور ایک لدھیانوی پرانے مخالف نے اس سفاکانہ قتل پر فقطع دابر القوم الذین ظلموا لکھکر خوشی منائی ہے"
"کہ مرزائیوں کا قلع قمع کردیا گیا مگر خداتعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسول کے ذریعے ہمیں آج سے اکیس سال پہلے خبر دے"
"رکھی ہے کہ کابل کی زمین میں احمدیت کا پودہ ضرور پھل لائیگا وہاں نہ صرف احمدی ہی احمدی ہونگے بلکہ ایسے فداکار"
"اور مخلص احمدی ہونگے جو حضرت عبداللطیف شہید کبیر کے قائم مقام ہونگے۔ چنانچہ "نعمت اللہ خاں" نے انکے قدم بقدم"
"چلکر دکھا دیا کہ کابل کے احمدی برستے ہوئے پتھروں میں بھی اپنے ایمان وعقیدہ پر قائم رہنے والے ہیں اور انشاءاللہ"
"رہینگے۔ وہ کشف یہ ہے جو البدر قادیان یکم دسمبر ۱۹۰۳ء کی جلد ۲ نمبر ۴۵ صفحہ ۳۵۵ پر چھپا۔ اور دوبارہ"
"الفضل ۲۰- مئی ۱۹۱۹ء جلد ۶ نمبر ۸۸ کے پہلے صفحے پر موٹے حروف میں چھاپا گیا۔"

خدا کا یہ صریح منشاء معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سے ایسے افراد اس جماعت میں پیدا کرے جو صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کی روح رکھتے ہوں اور ان کی روحانیت کا ایک نیا پودہ ہوں جیسا کہ مَیں نے کشفی حالت میں واقعہ شہادہ مولوی صاحب موصوف کے قریب دیکھا۔ کہ ہمارے باغ میں سے ایک بلند شاخ سرو کی کاٹی گئی اور مَیں نے کہا کہ اس شاخ کو زمین میں دوبارہ نصب کردو۔ تاکہ وہ بڑھے اور پھلے سو مَیں نے اسکی یہی تعبیر کی کہ خداتعالیٰ بہت سے ان کے قائم مقام پیدا کریگا اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ کسی وقت اس خواب کی تعبیر ظاہر ہو جائے گی

سبحان اللہ یہ کشف کیسا صریح طور پر پورا ہوا۔ سبحٰن ربّنا ان کان وعد ربنا لمفعولا۔

شہادت نعمت اللہ خان پر مخالفین کا شوران

۱- مولوی نعمت اللہ خاں صاحب کابلی کی سنگساری کے متعلق جب حکومت کابل نے اپنے سرکاری پرچے "حقیقت" میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ اس کی سنگساری محض اس جرم سے ہوئی کہ وہ دینا حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا مرید اور پیرو یعنی **احمدی** ہے۔ اور اصل فیصلہ زمیندار سیاست وکیل اور الفضل میں چھپ چکا ہے تو پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ اس نے تبلیغ شروع کر دی ہو گی۔ بغاوت کا مرتکب ہوا ہو گا۔ وغیر ذالک۔ کیا اس قسم کے عذرات یہ ظاہر نہیں کرتے کہ ضمیر انسانی ان لوگوں کو ملامت کرتی ہے اس لئے وہ از خود اور اور وجوہات اس سفاکانہ قتل کی اختراع کر رہے ہیں اگر شہید ملت نعمت اللہ خاں کا جُرم بغاوت یا اپنے سلسلہ کی دعوۃ و تبلیغ تھا تو حکومت کابل کو کس نے روکا تھا کہ یہی وجہ فرد جرم میں لکھ دیتی۔

۲- شریعت اسلامیہ میں مرتد کی سزا قتل ہے اور قتل بھی پتھر مار مار کے۔ اس سوال کو الگ چھوڑ کر میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ مرتد سے کیا مراد ہے۔ آیا جو شخص پہلے اسلام و قرآن مجید کی صداقت کا قائل ہو۔ اور پھر وہ انہیں جھوٹا سمجھنے لگے۔ وہ اصطلاح اسلام میں مرتد ہے یا وہ بھی جو کسی آیت یا حدیث کو صحیح سمجھتا ہوا اپنے فریق مخالف سے اسکے معانی و مفہوم میں دلائل کی بناء پر اختلاف رکھتا ہو۔ اگر اس قسم کے لوگوں پر کفر کا فتویٰ عائد ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ مرتد ہیں تو کیا مہربانی فرما کر یہ بتایا جائیگا کہ یہ فتویٰ کفر کس فرقۂ اسلام کے علماء کا معتبر و مستند ہے۔ حنفیوں کا یا اہلحدیث کا یا شیعہ کا یا دیگر اسلامی فرقوں کا۔ پھر علماء ہند کا فتویٰ معتبر ہے یا علماء خوست کا جو آجکل امیر کابل کو واجب القتل سمجھتے ہیں۔ یا علماء حرمین شریفین کا؟ یا علماء انگورہ کا۔ اگر تو یہ صورت ہے کہ کسی فریق یا علاقہ کے علماء جو بھی فتویٰ دیں تو کیا یہ ٹھیک نہیں کہ دیو بندیوں پر بھی کفر کا فتویٰ ہے اور اہلحدیث کو بھی مرتد قرار دیا گیا ہے اور شیعہ کو بھی۔ اور احمد رضا خانیوں کو بھی ایس شریعت کے حکم کی تعمیل کیئے جانے کے لئے یہ علماء کابل تشریف لیجائینگے یا یہیں ایک دوسرے پر حد جاری کر کے اپنے اسلام کا بول بالا فرمائینگے۔

۳- گاندھی جی نے ۲۱ روز کا برت رکھتے ہوئے یہ سوال کیا کہ اگر مسلمان یہ خیال کرتے ہیں کہ جو شخص ایمانداری کے ساتھ اسلام ترک کر دے یا جو شخص اسلام قبول کرنے کے بعد دوسرا مذہب اختیار کرے وہ سزا کا مستحق ہے۔ تو انہیں اس کا صاف صاف اعلان کر دینا چاہیئے۔ اس کے جواب میں ہندو

مسلم لیڈروں نے جمع ہو کر جو ریزولیوشن متفق اللفظ متفق الرائے ہو کر اعلان کیا ہے اسمیں یہ الفاظ ہیں ضمیر کی انتہاء درجہ کی آزادی اور مذہب لازمی چیزیں ہیں وہ کسی شخص کے کسی مذہب کے اختیار کرنے یا کسی دوسرے مذہب میں چلے جانے پر کسی سزا یا سختی کی بھی ملامت کرتی ہے۔

اب کیا فرماتے ہیں علماء دیوبند اور جمعیتہ العلماء کے ارکان۔ کہ یہ منافقانہ طرز عمل کیا معنی رکھتا ہے ابھی ابھی تو آپنے یہ اعلان کیا۔ کہ احمدی (جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں جنکی مساجد میں پانچ وقت یہ شہادت دیجاتی ہے جو آپ لوگوں کے سامنے پنجوقتہ نماز کے پابند ہیں۔ اور خانہ کعبہ کی طرف مُنہ کر کے پڑھتے ہیں۔ جو ماہ رمضان کے روزے رکھتے حج کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں) مرتد ہیں اور ان کی سزا کم از کم قتل ہے اور ابھی آپ اس پر ملامت کا ووٹ پاس کرنے لگے یہ کیا دین ہے؟

ریزولیوشن میں ہندوستان کی قید نہیں کہ ہندوستان میں یہ حکم نہیں۔ اور اگر ایسا کہا بھی جائے تو کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ گاندھی جی کے سامنے علماء کا اور اسلام ہے اور دوسری جگہ اور۔ اگر کہا جائے کہ چونکہ ہماری حکومت نہیں اس لئے یہاں یہ سزا نہیں دیجا سکتی۔ تو کیا علماء اسلام یہ اعلان فرمائینگے کہ جس سوراجیہ کیلئے وہ ایک ہندو کے اتباع میں زور لگا رہے ہیں اسکے حاصل ہونے پر ان حدود کا نفاذ فرمائینگے کیونکہ بقول سیاست مرزائیت ایک فتنہ ہے اور فتنہ قتل سے بھی شدید ترین ہے اور اسکا قلع قمع ایک حکومت کا فرض ہے۔ سو مسلمانوں نے اپنا دین و دنیا برباد کر کے سوراجیہ لیا اور پھر بھی نفاذ حدود نہ کر سکے تو بڑے شرم اور افسوس کی بات ہو گی۔

دوم۔ یہ بات بھی قابل ملاحظہ ہے۔ کہ کسی چیز کی عدم استطاعت اور چیز ہے اور اس پر اظہار ملامت اور چیز۔ اگر مرتد کو اور پھر ایسے مومن مسلمان کو جو مسلمانوں کی نماز پڑھتا اسی قبلہ کی طرف استقبال کرتا اور مسلمانوں ہی کا ذبیحہ کھاتا ہے سنگسار کرنا شریعت اسلامیہ کا فی الواقعہ حکم ہے تو ریزولیوشن کی شکل یوں ہو سکتی تھی کہ ہماری شریعت تو یہی کہتی ہے کہ ہم سنگسار اور قتل کر دیں۔ مگر چونکہ ہمارا بس نہیں چلتا اس لئے یہ کینہ دل ہی میں رکھنے پر مجبور ہیں۔ مرتد کی سنگساری اور قتل کے وجوب کے قائل ہوتے ہوئے پھر اس پر ملامت کا ریزولیوشن پاس کرنا یہ معنی رکھتا ہے۔ کہ اسلام قابل ملامت ہے اور جو اسلام کو ملامت کرے وہ کسی فریق کے نزدیک بھی مسلمان نہیں رہ سکتا بلکہ حقیقی مرتد ہے ہی وہی۔

۴۔ اس وقت تمام برٹش سلطنت کے مذاہب کے نمایندے ایک مذہبی کانفرنس میں پیش ہوئے ہیں۔ جو لنڈن میں ہو رہی ہے سوال یہ ہے کہ اگر ہند میں فی الواقعہ مسلمان موجود ہیں تو بتائیں کہ لنڈن میں ان کا کون قائم مقام پیش ہوا جہاں کہ مذاہب کا مقابلہ تھا وہ جہابذۃ العلماء اور مجتہدان عصر

کیا ہوئے؟ کیا ان پر یہ بات واضح نہیں۔ کہ خواجہ کمال الدین صاحب نے بھی حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود کی بیعت کی ہے اور امام جماعت احمدیہ تو سب جانتے ہی ہیں۔ تو کیا آپ لوگوں کے لئے یہ شرم کی بات نہیں کہ اسلام کی نمایندگی ان عمائد اسلام و عمودان ملت سے کوئی نہ کر سکا اور جو پیش ہوئے وہ مرتد اور سنگساری کے قابل۔ زمیندار اور سیاست ایک طرف احمدیت کو فتنہ قرار دے رہے ہیں۔ اور اسکے کسی فرد کی کم از کم سزا قتل بتا رہے ہیں دوسری طرف یہ تار بھی چھاپ رہے ہیں کہ یہ اسلام کی تائید و نمایندگی کر رہے ہیں اور اس سے پہلے ملکانہ تحریک میں بھی اس کا اعتراف فرما چکے ہیں ایں چہ بو العجبی است۔

۵۔ الفضل میں حکومت کابل کی وہ چٹھیاں چھاپی جا چکی ہیں جن میں یہ وعدہ دیا گیا ہے کہ احمدیوں کے ساتھ کسی قسم کا تعرض نہ ہو گا چنانچہ ایک چٹھی کے یہ الفاظ ہیں:۔

"در سلطنت اعلیٰ حضرت غازی پادشاہ معظم افغانستان ہیچ یک زحمتے یا تکلیفے از طرف حکومت دوبارہ تابعین و متعلقین شما در خاک افغانستان ابراز نہ یافتہ (مکتوب ۳۔ اپریل ۱۹۲۱ء)

اب اس سے ایک سوال تو یہ حل ہوا کہ مطلق احمدیت۔ احمدیت کے عقائد موجب سنگساری نہیں تھے اور پھر جو بھی صورت تھی۔ بہر حال وعدہ کر لیا گیا تھا کہ احمدیوں سے کچھ تعرض نہ ہو گا پھر کیوں ایک احمدی کو سنگسار کیا گیا محض اس جرم میں کہ وہ احمدی ہے کیا یہ انتہاء درجہ کی غداری نہیں۔ کیا ہیچ خوانان کابل کے پاس اس کا کچھ جواب ہے؟ اگر حکومت کابل کی رائے بدل گئی تھی تو اس کا فرض تھا کہ وہ پہلے اعلان کر دیتی۔ کہ ہم احمدیوں کی حفاظت نہیں کرینگے وہ ہمارے ملک سے نکل جائیں پھر اسکے بعد وہ اپنے قانون کا (خواہ وہ کس قدر ظالمانہ تھا) نفاذ کر سکتی لیکن اعلان تو یہ کرنا کہ کچھ تعرض نہ ہو گا اور پھر قید کر دینا اور آخر سنگساری اُف کیسی سفاکی اور غداری و دھوکہ دہی ہے۔

حکومت کابل کے سفاکانہ قتل پر اخبارات کی آراء

ڈیلی ٹیلیگراف لنڈن

سلسلہ احمدیہ جہاد کے خلاف ہے۔ اور ایمان رکھتا ہے کہ اپنے ہمسایوں کے ساتھ آرام اور آشتی کے ساتھ رہنا چاہیئے ہندوستان میں جہاں اسکے پیرو بلا روک ٹوک اپنے خیالات کی اشاعت کر سکتے ہیں ان کی تعداد پانچ لاکھ کے قریب ہے۔ ابتداہی سے امیر کی گورنمنٹ نے ان سے ظلم و تشدد روا رکھا ہے۔ اور افغانوں نے بالعموم اسکی تقلید کی ہے سنہ ۱۹۰۲ء میں اسی سلسلہ کا ایک سربرآوردہ قتل کیا گیا اور بعد ازاں عبد اللطیف افغانستان کے بہت بڑے عالم جنہوں نے سابقہ امیر کی تاجپوشی کی رسم ادا کی

تھیں۔اس سلسلہ کو اختیار کیا۔جس جُرم کی پاداش میں اسکی جائداد کو ضبط کیا گیا۔اسکے لڑکوں کو جلاوطن کیا گیا اور خود اسے قید میں رکھ کر اذیتیں دیں کہ مذہب سے تائب ہو جاو اور چار ماہ قید خانہ میں رہنے کے بعد انہیں مرتد سمجھ کر سنگسار کیا گیا۔یہ کہا جاتا ہے کہ احمدیوں کی جائدادیں ضبط کی جارہی ہیں۔اور انکے گھروں اور گاؤں کو متعصب افغانوں نے جلادیا۔جو ہر وقت یہ دھمکی دیتے رہتے ہیں کہ وہ مرتدین (احمدی) کے خلاف گورنمنٹ کو اُکسا ئینگے اور انپر الزامات لگائینگے۔ بعض حالات میں تو مار ہی ڈالتے ہیں (ڈیلی ٹیلیگراف ۴ستمبر)

ڈیلی ایکسپریس لنڈن

افغانی حکومت نے جماعت احمدیہ کے لوگوں پر جو مسلمانوں کا حصہ ہیں ہولناک مظالم کئے ہیں۔ یہ بدنصیب شخص کمر تک زمین میں گاڑ دیا گیا۔اور مسلمان مذہبی دیوانوں کے ایک جم غفیر نے یہاں تک پتھر مارے کہ آخر موت نے اسکی اذیتوں کا خاتمہ کیا۔پس ماندگان کو اسکی نعش جو پتھروں کے نیچے دبی ہوئی تھی لیجانے کی اجازت نہ دی گئی۔اسکی جائداد ضبط کی گئی۔اس کا گھر جلادیا گیا۔اور اسکے رشتہ داروں سے سخت بُرا سلوک کیا اور جلاوطن کر دیا۔کابل میں احمدیوں کی تعداد دو ہزار ہے جہاں وہ مذہبی جنگ سے اختلاف کی وجہ سے اکثر دکھ دیئے جاتے ہیں۔(ڈیلی ایکسپریس ۴۔ستمبر)

لنڈن میں انگریزوں اور ہندوستانیوں کا جلسہ

ایڈین ڈیلی میل بمبئی مورخہ ۲۰۔ستمبر ۱۹۲۴ء میں اس کا حسب ذیل خاص تار شائع ہُوا ہے۔"لنڈن ۱۸۔ستمبر۔آج ایک جلسہ جو انگریزوں اور ہندوستانیوں پر مشتمل تھا ایسیکس ہال سٹرینڈ لنڈن میں نعمت اللہ خان کے کابل میں سنگسار کیئے جانے کے متعلق منعقد ہُوا۔ڈاکٹر والٹر واش نے جو کہ صدر جلسہ تھے۔بیان کیا کہ ہر وہ شخص جس میں ایک ذرہ بھر بھی انسانیت کا مادہ ہو۔وہ مذہبی بناء پر تشدد کیئے جانے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریگا۔خواہ تشدد کیسا ہی خفیف کیوں نہ ہو۔حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے نعمت اللہ خان کے قتل کے واقعات بیان کرتے فرمایا کہ شہید مرحوم کے خلاف یہ جرم لگایا گیا ہے۔کہ وہ اسلام میں احمدیہ سے تعلق رکھتا تھا شہید کا جسم اس وقت تک پتھروں کے بڑے ڈھیر کے نیچے دبا ہُوا ہے۔اور اس کے والد کو یہ اجازت افغان گورنمنٹ نے نہیں دی۔کہ وہاں سے اس جسم کو نکالکر باقاعدہ دفن کرے

اسکے بعد ایک ریزولیوشن صدر جلسہ کی طرف سے پیش کیا گیا۔جسکی کرنیل ویلکر اور دو ہندوستانی ممبروں نے تائید کی۔اس ریزولیوشن نے جو بہ اتفاق رائے پاس ہُوا۔یہ قرار پایا کہ ضمیر کی آزادی ہر انسان کا پیدائشی حق ہے۔اور یہ کہ افغان گورنمنٹ کو یہ اطلاع بھیجی جائے کہ یہ مجلس اس گورنمنٹ کے اس فعل کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتی اور نہایت درجہ قابل ملامت سمجھتی ہے۔تاکہ آئندہ گورنمنٹ کابل ایسے طریق کے اختیار کرنے سے اجتناب کرے۔جو کہ دنیا کی مہذب اقوام کی نظر میں حد درجہ قابل نفرین ہے"

یہ بھی فیصلہ کیا گیا۔ کہ اس جلسہ کی کارروائی کی اطلاع افغان گورنمنٹ اور لیگ آف نیشنز کے پریزیڈنٹ کو دی جائے۔

صوبہ بنگال کا مقتدر اخبار اخبار بنگالی (۹ ستمبر)

افغان گورنمنٹ کا یہ فعل ہر رنگ میں بہت ہی خلاف انسانیت اور وحشیانہ ہے مگر اس معاملہ میں جو دھوکہ دہی اور بدعہدی کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اس حکومت نے ضمیر کی کامل آزادی کا اعلان کیا تھا شرم!

پنجاب کے مسلم انگریزی اخبار کی رائے

اسلامی شرعی فیصلہ جات کے ایسے نمونہ کو قبول کرنے سے جو کہ نعمت اللہ خان مرحوم کے متعلق افغانی عدالتوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ان لاکھوں کروڑوں انسانوں کی نظر میں جن کو ابھی ہم نے اسلام کے اندر داخل کرنا ہے جو نقصان اسلام کو پہنچتا ہے اسکا اندازہ حد تصور سے باہر ہے۔ ایک مسلمان جو ایسے فیصلے کا اعلان کرتا ہے وہ دنیا میں دشمنان اسلام کے ہاتھ میں اسلام کے خلاف ایک زبردست ہتھیار دیتا ہے۔ (اوٹ لک ۱۲۔ ستمبر)

الہ آباد کا مشہور انگریزی اخبار

نعمت اللہ خاں کی ہلاکت کے لئے جو خلاف انسانیت اور انتہائی درجہ کا سفاکانہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے وہ یقیناً ساری دنیا کی مہذب اقوام کے دل کو ہلا دیگا۔ ××× جس ملک میں لوگوں کو ضمیر کی آزادی حاصل نہ ہو اور جہاں انسان کو مذہبی اختلاف کی وجہ سے ایسی وحشیانہ اور انتہائی سزا دیجائے وہ ملک ہرگز مہذب کہلانیکا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ (لیڈر ۲۰۔ ستمبر ۱۹۲۴ء)

کلکتہ کا اخبار سٹیٹسمین

وہ مرزا غلام احمد قادیانی کا پیرو تھا۔ اس تہذیب کے زمانہ میں اسے کس طرح مذہب کے نام پر قتل کیا گیا۔ یہ جاننا بھی خالی از عبرت نہ ہوگا۔ ×× پہلا پتھر کابل کے سب سے بڑے مولوی نے پھینکا۔ یہ قتل کا وحشیانہ طریق عدالت کے حکم سے اختیار کیا گیا۔ (پرتاب ۲۹۔ ستمبر)

متعصب ہندو اخبار کیسری

ہم سننا چاہتے ہیں کہ وہ جو قتل حیوان کا جواز ثابت کرنیکے لئے قانون قدرت کی آڑ لیا کرتے ہیں۔ اب قتل انسان پر کیا پہلو اختیار کرتے ہیں۔ اور کیا یہ حق غیر مسلم اقوام کو اپنے اپنے عہد حکومت میں دینے پر تیار ہیں کہ وہ بھی اختلاف عقائد کے سبب مسلمانوں کو سنگسار کر لیا کریں۔ (کیسری ۲۹ ستمبر)

اخبار وکیل کی رائے

ہم نے وکیل کی کسی گذشتہ اشاعت میں افغانستان کے روشن دل اور آزاد خیال حکمران سے محض احمدیت کی بناء پر کسی کو رجم جیسی انتہائی سزا دینا مستبعد بتایا تھا۔ یہ جو کچھ ہم نے لکھا تھا۔ اس حسن ظن کی بناء پر لکھا تھا۔ جو ہمارے دل میں شہریار افغانستان کی نسبت جاگزین ہے۔ اسکے بعد افغانستان کی شرعی عدالت کا فیصلہ اخبار حقیقت کی وساطت سے پہنچا۔ اور جس کے متعلق ہندوستان

کے عاملین شریعت نے استحسان کا اظہار کیا ہے۔ جمعیت العلماء دہلی اور علماء دیوبند نے مُہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ علماء کی شان تو اس سے بالاتر ہے کہ ہم ان کے متعلق کسی قسم کی لب کشائی کی جرأت کر سکیں۔ البتہ ہمیں افسوس ان جرائد اسلامیہ پر ہے جنہوں نے حکومت افغانستان کی بیجا طرفداری کے جوش میں اس امر کو قطعاً فراموش کر دیا ہے کہ اس غیر اسلامی فیصلے کو مطابق اسلام قرار دینے سے دین الفطرت کے دامن پر بدنما دھبّہ تو نہیں لگیگا۔ یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ افغانستان کے اس فیصلے سے پہلے ہمارے مسلم معاصرین فرقہ احمدیہ کو ایک اسلامی فرقہ تسلیم کرتے تھے۔ اور فتنہ ارتداد کے متعلق اُس کے افراد کی مساعی حسنہ کو اپنے کالموں میں انتہائی استحسان کے ساتھ درج کیا کرتے تھے۔ ممالک غیر میں اشاعت اسلام کے متعلق اُن کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اُن اختلافات کو فرعی قرار دیتے تھے۔ جو احمدی و غیر احمدی مسلمانوں کے عقائد میں موجود ہیں۔ پھر ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اب کونسا نیا تغیر فرقہ احمدیہ کے عقائد میں رونما ہو گیا ہے۔ کہ وہ ایک احمدی کو مرتد قرار دینے لگے ہیں۔

ہم پوچھتے ہیں کہ جو لوگ خدائے قدوس کی توحید پر ایمان رکھتے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے قائل ہیں۔ قرآن پاک کو کتاب اللہ مانتے ہیں۔ کعبہ مقدسہ کی جانب نمازیں ادا کرتے ہیں۔ ہمارے ہاتھ کا ذبیحہ کھا لیتے ہیں۔ غرض تمام ارکان اسلام میں ہمارے ساتھ متفق ہیں۔ کیا صرف اس بناء پر کہ وہ حضرت مسیح علیہ السّلام کے عنصری جسم کے ساتھ آسمان پر جانے کے قائل نہیں۔ اور مرزا صاحب کو فنافی الرسول شریعت محمدیہ کا تابع اور ظلی نبی سمجھتے ہیں انہیں مرتد یا کافر قرار دینا جائز ہے۔

اگر بفرض محال تھوڑی دیر کے لئے یہ بات تسلیم بھی کر لیجائے۔ کہ احمدیت ارتداد کی مترادف ہے۔ تاہم یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا محض ارتداد کی سزا قتل یا رجم اسلامی تعلیم کی رُو سے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں تو ارتداد کے لئے کوئی دنیوی سزا نہیں بتائی گئی۔ البتہ آخرت کی سزا کا ذکر آیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولٰئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاٰخرۃ واولٰئک اصحٰب النّار ھم فیھا خٰلدون۔ (س۲)

جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے یا مرتد ہو جائے ایسے لوگوں کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور یہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

بجائے اسکے کہ مرتد کی سزا رجم یا قتل ثابت ہو اس آیت میں فیمت کے لفظ پر غور کیا جائے تو رجم و قتل کی صریح نفی نکلتی ہے۔ یعنی آخرت کی سزا بھی اُس صورت میں اُس کو ملیگی۔ کہ وہ ارتداد ہی کی حالت میں فوت ہو جائے۔ اور اپنی طبعی موت سے پہلے دوبارہ تائب ہو کر ایمان لے آئے تو

سزائے آخرت سے بھی محفوظ ہو جائیگا۔ ×× ہدایہ میں یہ الفاظ ہیں ولا قتل الا بالحراب۔ یعنی مرتد کو قتل کرنا اس حالت میں جائز ہوگا۔ جبکہ وہ حربی ہو۔ حاشیہ پر اس کی تشریح میں لکھا ہے:۔

فکان القتل ھھنا مستلزماً للحراب لان الکفر لیس بمبیح القتل	قتل کے لئے حربی ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ محض کفر قتل کو مباح نہیں بناتا۔

اس سے صاف ظاہر ہے۔ فقہ حنفیہ بھی محض ارتداد کو مستوجب قتل نہیں ٹھیراتی۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ مرتد کی سزا قتل یا رجم کہاں سے نکالی گئی۔

اگر حکومت افغانستان کے نزدیک کسی سیاسی امر کی بناء پر ایک احمدی کا قتل مناسب خیال تھا۔ تو اسلام کے دامن کو اس سیاہ دھبے سے آلودہ نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ وہ اپنے فیصلے میں صاف لکھ سکتی تھی۔ کہ اس شخص کو کسی سیاسی امر کی بناء پر قتل یا سنگسار کیا جاتا ہے۔ اُس نے محض ارتداد کو موجب رجم قرار دینے میں غلطی کی اور شریعت سے منسوب کرکے اس غلطی کو اور بھی غلیظ بنا دیا۔ ہمارے بعض علماء و معاصرین نے اس غلطی کی تائید کرنے میں اسلام کی نہیں بلکہ اپنے معاند جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ (وکیل ۲ ستمبر)

سلسلہ کے مشہور مخالف اہلحدیث کی رائے

ہم اپنا عندیہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ نعمت اللہ مذکور کی سنگساری احکام شرعیہ کے موافق ہوئی یا مخالف۔

ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ صورت موجودہ میں سنگسار کرنیکا حکم نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ کتب فقہ حنفیہ میں نہ شافعیہ وغیرہ میں۔ اگر اسکا نام سیاسی حکم رکھا جائے تو ہمیں اسپر بحث نہیں۔ تفصیل اسکی یہ ہے قرآن شریف کی آیت مندرجہ ذیل پہلے ملاحظہ ہو۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا۔ (پارہ ۵ رکوع ۱۷) اس آیت میں اُن لوگوں کا ذکر ہے جو دو دفعہ ایمان لائے اور دو دفعہ کافر ہوئے یا بالفاظ دیگر مرتد ہوئے۔ مگر ان مرتدین کی سزا سنگساری مذکور نہیں۔ ×× کچھ شک نہیں کہ مرتد عن الاسلام ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اسلام کو جھوٹا مذہب سمجھ کر چھوڑ دے۔ ان معنی سے مرزائی جو کچھ بھی ہیں بفتوئ شریعت مکفر ہیں بلکہ باقرار خود کافر یا باصطلاح شرع اسلام مرتد نہیں کیونکہ وہ باقرار خود مصدق اسلام ہیں اسلئے بھی مرتد کی سزا اگر ثابت بھی ہو جائے کہ سنگساری ہے تو بھی مرزائی کی سزا یہ نہیں ہو سکتی۔ ××× لایحل دم امرء مسلم یشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وانی رسول اللّٰہ الا باحدی ثلاث الثیب الزانی والنفس بالنفس والتارک لدینہ المفارق الجماعۃ (صحیحین) ”یعنی کسی مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں مگر تین میں سے ایک جرم سے (۱) شادی شدہ زانی ہو (۲) جسے سنگسار کیا جائے۔ (۲) کسی بے گناہ انسان کا قاتل (۳) دین اسلام اور جماعت اسلامیہ کو چھوڑنیوالا۔ یہ اخیر کا حصہ آجکل زیر بحث اور سارا مدار کار ہے۔ اس میں حضور علیہ السلام نے دو لفظ فرمائے ہیں۔ دین اسلام

چھوڑنیوالا اور جماعت سے مراد اسلامی قوم ہے یعنی مسلم قوم کو چھوڑ کر کفار کی حمایت کرنیوالا جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ ان دو جزؤں کے مجموعہ پر سزا مرتب ہے نہ کہ صرف ایک پر۔ اور ان دو کا مجموعہ یہی ہے کہ مسلمانوں سے نکل کر کفار کی جماعت میں ملجائے یعنی جیسے اس زمانہ میں کفار حربی مسلمانوں سے برسر جنگ رہتے تھے ×× اسلئے ایسے اشخاص جو اسلام چھوڑ کر کفار میں جا ملینگے۔ وہ ضرور حربی ہونگے لہذا انکا حکم ان حربیوں کے برابر قرار دیا۔ ورنہ محض ترک اسلام سے انپر موت یا قتل کا حکم نہیں لگایا جیسا کہ مرقومہ سے صاف ظاہر ہے ×× **نتیجہ** یہ ہے کہ افغانستان میں جو کسی مرزائی کو محض مرزائی ہونیکی وجہ سے (اگر یہ صحیح ہے) سنگسار کیا گیا ہے قرآن۔ حدیث اور کتب فقہ میں اس کا ثبوت نہیں اسلئے یہ سزا نہ حد ہے نہ تعزیر۔ ہاں اگر کچھ ہو سکتا ہے تو باصطلاح افاغنہ سیاسی حکم ہے دگر ہیچ۔

بلاغ امرتسر کی رائے

بگفت گوشہ نشینے کہ ای امان اللہ ٭ بجاۓ رجم چرا گشتۂ حقیقت پوش ٭ سزائے مرتد اگرایں بود بہر ملت ٭
بہ بزم دہر شود شمع پند و وعظ خموش ٭ اگر کسے بخیال تو ارتداد گزید ٭ جزائے اوست جہنم کلام حق بنیوش ٭
مگرنہ آگہی از سرّ نص لا اکراہ ٭ قدم نہ دی برہ مفتیان جبر فروش ٭

نوٹ:۔ یہ رجم اسلام کے قطعاً مخالف واقع ہوا ہے۔ امیر صاحب اپنی طرف سے اپنی قوم کی اصلاح میں لگے ہوئے ہیں حالات درستی پر آتے ہی آئینگے۔ ابھی تازہ بات ہے کہ ہم امیر صاحب کو رعایا کیلئے عام آزادی کا اعلان کرتے ہوئے دیکھتے تھے کہ ہر قسم کے خیالات کے انسان بازادی امیر صاحب کی قلمرو میں رہ سکتے ہیں۔ دیا اب ایسے رحمانہ قتل کا واقع سنتے ہیں جس کو اسلامی شعار کے تحت لانیکی سعی کی جاتی ہے: جو اسلام کے خوبصورت چہرہ پر بدنما دھبہ ہے ٭

وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے (مسیح موعودؑ)

ہندو اخبار پرتاپ ۱۶۔ اکتوبر کی اشاعت میں بعنوان "یہ سیلاب ہیں یا ایشور کا پرکوپ" رقمطراز ہے:۔

ہندوستان کیلئے یہ سال سیلاب کا سال ہے یہ سلسلہ مالابار سے شروع ہوا۔ وہاں انہوں نے اسقدر غضب ڈھایا کہ سارا ہندوستان کانپ اٹھا ×× ابھی اس سیلاب کا رونا رو ہی رہے تھے کہ مظفر گڈھ کے ضلع میں زبردست سیلاب آیا۔ شہر اور گاؤں میں پانی گھس گیا۔ مویشی بہ گئے مکانات گر گئے۔ انسانوں کیلئے دانہ نہ رہا اور نہ مویشیوں کیلئے چارہ۔ پانی کے سڑ جانے سے ملیریا پیدا ہو گیا اور لوگ بخار سے مرنے لگے ×× چند دن گذرے ×× ستمبر کے آخری دنوں میں جبکہ بارش اور اسکے ساتھ سیلاب کا بہت کم امکان ہو سکتا ہے ×× کماؤں کے پہاڑوں میں بارش ہوئی۔ چار دن لگاتار بارش رہی اور وہ بھی سخت زور کے ساتھ مسوری پر ۲۶ انچ اور ڈیرہ دون میں ۲۰ انچ بارش ہوئی ×× گنگا اور جمنا دونو ندیوں پر اس ڈھلتے سمے میں نیا جوبن آگیا ×× گنگا میں گوہانہ سیلاب کے نام سے ایک باڑھ پر ستمبر ۱۹۲۴ء کی باڑھ اسکو بھی مات کر گئی ہے آئندہ یہ باڑہ ایک پیمانہ کا کام دیا کریگی گنگا اور جمنا نے ملک کو تباہی مچائی ہے اسکا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ بلا مبالغہ

آفتاب صداقت کا طلوع مغرب میں

"امام جماعت احمدیہ لنڈن میں"

قرآن مجید کی پیشگوئی ریویو آف ریلیجنز ماہ ستمبر میں بتایا جا چکا ہے کہ ذوالقرنین کے قصے میں بطور پیشگوئی بتایا گیا ہے کہ مسیح موعودؑ یا ان کے جانشین کا سفر مغربی ممالک میں ہوگا۔ تاکہ وہ ان قوموں کی اخروی بہبودی کی تجاویز سوچے جو مسیحیت کے مکدر چشمے پر ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔

رسول کریمؐ کی پیشگوئی حضرت نبی کریمؐ نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے ہمیں یہ بشارت سنائی ہے کہ قیامت کے قریب مغرب سے شمس کا طلوع ہوگا۔

مسیح موعودؑ کا کشف ۱۳۰۸ھ ہجری میں آج سے ۳۵ سال پہلے ازالہ اوہام میں حضور فرماتے ہیں:-

ایسا ہی طلوع شمس کا جو مغرب کی طرف سے ہوگا ہم اس پر بہرحال ایمان لاتے ہیں لیکن اس عاجز پر ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا۔ وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں۔ آفتاب صداقت سے منور کیئے جائینگے اور انکو اسلام سے حصہ ملیگا۔ اور میں نے دیکھا کہ میں شہر لنڈن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلّل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں بعد اسکے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور انکے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق انکا جسم ہوگا۔ ××× میں نے صرف اس کشف کے ذریعے سے جو خدائے تعالیٰ نے مجھے عطا کیا ہے مذکورہ بالا معنی کو بیان کیا ہے وما قلت من عند نفسی بل اتبّعت ما کشف علیّ (ازالہ اوہام ص ۵۱۶)

اس رؤیا یا اس کشف سے یہ ظاہر ہے کہ رسول کریمؐ کی پیشگوئی کے پورا ہونیکا وقت مسیح موعودؑ کا زمانہ ہے اور مسیح موعودؑ کے کلام پاک کے نفحات کا لنڈن میں جانا لابد۔

چنانچہ جب اس رؤیا کے پورا ہونیکا وقت آیا۔ تو خدا نے مسیح موعودؑ کے حسن و احسان میں نظیر۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کو مندرجہ ذیل رؤیا دکھایا۔

خلیفۃ المسیح کے رؤیا چنانچہ پہلی رؤیا تو کوئی تین چار سال کی ہے۔ جسے میں نے اسی وقت قادیان کے دوستوں کو سنا دیا تھا۔ اس رؤیا میں میں نے دیکھا کہ میں لنڈن میں ہوں۔ اور ایک ایسے جلسہ میں ہوں جس میں پارلیمنٹ کے بڑے بڑے ممبر اور نواب اور وزراء اور دوسرے بڑے آدمی ہیں۔ ایک دعوتی قسم کا جلسہ ہے۔ اسمیں میں بھی شامل ہوں۔ مسٹر لائڈ جارج سابق وزیر اعظم اس میں تقریر کر رہے ہیں۔ تقریر کرتے کرتے انکی حالت بدل گئی۔ اور انہوں نے ہال میں ٹہلنا شروع کر دیا۔ وہ ڈکنسن صاحب نے آگے بڑھ کر ان کے کان میں کچھ کہا۔ قاضی عبداللہ صاحب میرے پاس کھڑے ہیں میںنے

ان سے پوچھا کہ انہوں نے کیا کہا ہے۔ قاضی صاحب نے مجھے جواب دیا کہ مسٹر لائڈ جارج نے لارڈ کرزن سے یہ کہا ہے کہ میں پاگل نہیں ہوں بلکہ میں اس وجہ سے ٹہل رہا ہوں کہ مجھے ابھی خبر آئی ہے کہ مرزا محمود احمد امام جماعت احمدیہ کی فوجیں عیسائی لشکر کو دباتی چلی آتی ہیں اور مسیحی لشکر شکست کھا رہا ہے۔ اور وہ ہٹتے ہٹتے اس جگہ کے قریب آگیا ہے ÷

دوسری رؤیا دوسری رؤیا اسی سال کی ہے۔ مگر ولایت جانے کی تحریک سے دو تین ماہ پہلے کی ہے۔ یہ خواب بھی میں نے اسی دن دوستوں کو سنادی تھی۔ میں نے دیکھا کہ میں انگلستان کے ساحل سمندر پر کھڑا ہوں۔ جس طرح کہ کوئی شخص تازہ وارد ہوتا ہے۔ اور میرا لباس جنگی ہے میں ایک جرنیل کی حیثیت میں ہوں۔ اور میرے پاس ایک اور شخص کھڑا ہے۔ اسوقت میں یہ خیال کرتا ہوں کہ کوئی جنگ ہوئی ہے۔ اور اس میں مجھے فتح ہوئی ہے۔ اور میں اس کے بعد میدان کو ایک مدبر جرنیل کی طرح اس نظر سے دیکھ رہا ہوں۔ کہ اب مجھے اس فتح سے زیادہ سے زیادہ فائدہ کس طرح حاصل کرنا چاہیئے۔ ایک لکڑی کا موٹا شہتیر زمین پر کٹا ہوا پڑا ہے۔ ایک پاؤں میں نے اس پر رکھا ہوا ہے اور ایک پاؤں زمین پر ہے۔ جسطرح کوئی شخص کبھی دور کی چیز کو دیکھنا چاہے تو ایک پاؤں کسی اونچی چیز پر رکھ کر اونچا ہو کر دیکھتا ہے۔ اسی طرح میری حالت ہے۔ اور چاروں طرف نگاہ ڈالتا ہوں۔ کہ کیا کوئی جگہ ایسی ہے۔ جس طرف مجھے توجہ کرنی چاہیئے۔ کہ اتنے میں ایک آواز آئی۔ جو ایک ایسے شخص کے منہ سے نکل رہی ہے۔ جو مجھے نظر نہیں آتا۔ مگر میں اُسے پاس ہی کھڑا ہوا سمجھتا ہوں۔ اور وہ آواز کہتی ہے۔ ولیم دی کنکرر یعنی ولیم فاتح۔ ولیم ایک پرانا بادشاہ ہے جس نے انگلستان کو فتح کیا تھا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ مفتی صاحب نے ولیم کے معنی لغت انگریزی سے دیکھے۔ اور معلوم ہوا۔ کہ اس کے معنی ہیں۔ پختہ رائے والا۔ پکے ارادے والا یا دوسرے لفظوں میں اولوالعزم پس گویا ترجمہ یہ ہوا اولوالعزم فاتح ÷ (الفضل ۲۴۔ جون ۱۹۲۴ء)

ان رؤیا نے بتادیا کہ رسول کریمؐ کی پیشگوئی اور مسیح موعودؑ کا رؤیا آپ کے بیٹے آپ کے خلیفہ ثانی کے ذریعے ٹھیک اسی طرح پورا ہونیکا وقت آگیا ہے جس طرح پر بائیبل کی پیشگوئی اور آنحضرت صلعم کا رؤیا بیت المقدس کی فتح کے متعلق آپ کے خلیفہ ثانی **عمر فاروق** کے ہاتھ پر پورا ہوا۔

ایک غیر احمدی رئیس کا رؤیا عجیب بات ہے کہ نواب صدر الدین حسین خاں صاحب رئیس ریاست بڑودہ کا یہ رؤیا آج سے کئی سال پہلے مشہور و معروف رسالہ صوفی پنڈی بہاء الدین میں چھپا ہوا موجود ہے:۔

"ایک مکان میں اسباب بندھا رکھا ہے اور اہل خانہ کسی بڑے سفر کی تیاری میں مصروف ہیں اتنے میں دیکھا کہ صاحب خانہ بھی نہایت مصروفیت کی شان سے سامان درست کر رہے ہیں آخر میں انہوں نے فرمایا جہاز تیار کرو۔ اور یہ اسباب ان پر لادو۔ عرض کیا حضور کہاں کا ارادہ ہے فرمایا **یورپ جاتا ہوں علاج کرنا ہے** یہ دریافت کیا گیا آپ کا اسم شریف فرمایا میرا نام عمر بن الخطاب ہے۔"

خواجہ حسن نظامی نے اسی وقت اس خواب کی تعبیر لکھی ہے۔ لیکن اسے کیا معلوم کہ ایک نیک دل محب اسلام رئیس کو

دکھایا گیا ہے کہ بروز آنحضرت صلعم کے خلیفۂ ثانی جن کی خلافت کی خبر بھی ان کی پیدائیش کے وقت **فضل عمر** کے نام سے خداتعالیٰ نے دی تھی۔ یورپ جائینگے اور وہ اپنا اسباب خود باندھینگے جیسا کہ الفضل میں چھپ چکا ہے اور آپ کے جانے کا مقصد بھی خواجہ حسن نظامی کے الفاظ میں "**مادہ پرست یورپ کے علاج کی تدبیریں**" ہی ہے۔

ٹائمز آف انڈیا کی تصدیق

چنانچہ کسی کو ساں گمان بھی نہ تھا جو حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح ثانی لنڈن پہنچے اور ٹائمز لکھتا ہے:۔

"نامہ نگار لنڈن کا بیان ہے۔ کہ ویسٹ اینڈ کے ڈرائنگ روم میں جہاں حضرت خلیفۃ المسیح قیام پذیر ہیں۔ آپ سے ملاقات کی کیفیت حضرت عمر رضؓ کی زندگی کا ایک منظر ہے۔ ہزہولینس جو کہ مسلمانوں میں سے احمدیت کی ایک بڑی جماعت کے امام ہیں۔ زندہ مذاہب کی کانفرنس کے لئے لنڈن تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اس مکان کی بیٹھک میں جو آپنے یہاں کرایہ پر لیا ہے یہ مشرقی بزرگ جائے نماز پر بیٹھے ہیں۔ آپکے حواری کمال ادب سے آپکے گرد جمع ہیں۔ اور آپ اپنی تعلیم کو اسی طرز سے بیان کرتے ہیں جس طرح کہ برسوں پہلے اسلام کے عالی مرتبہ نبی بیان کرتے تھے۔ ایک صوفی کی طرح آپ نہایت ہی سکون اور دانشمندی سے اپنے شاگردوں کے سوالات کے جواب دیتے ہیں۔ آپکے زیتونی رنگ کے خوبصورت چہرے سے روحانیت کی جھلک پڑتی ہے۔ اس مجمع میں جو آپ کو اپنے اندر گھیرے ہوئے ہے۔ آپکے پیرو جو سفید پگڑیوں اور سبز لباس میں ملبوس ہیں اُن نوجوان ہندوستانی طلبہ کے ساتھ مخلوط ہیں۔ جو ویسٹ اینڈ کے درزیوں کے وضعدار سوٹ پہنے ہوئے ہیں۔" (ٹائمز آف انڈیا ۲۸ ستمبر ۱۹۲۴ء)

حضرت خلیفۃ المسیح کے انفاس قدسیہ

حضور کے فیوضات کے متعلق مفصل اگلے رسالہ میں لکھنے کا ارادہ ہے سردست چند تار و خطوط کا خلاصہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔

۳۰ اگست رائیٹر کا تار

۲۹ اگست۔ امام جماعت احمدیہ براٹٹن تشریف لیگئے جہاں آپنے انڈین میموریل کو ملاحظہ فرمایا شاہی بارہ دری میں جو پہلے ایک ہندوستانی ہسپتال تھا آپنے دعا فرمائی۔

یکم ستمبر کا تار

کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے آہستہ آہستہ ترقی کر رہا ہے۔ کانفرنس کے مضمون کی نظر ثانی میں مصروف ہیں۔ بعض بارسوخ اصحاب اور تمام بارسوخ روزانہ اخبارات کے نمائندے ملاقات کیلئے آئے ہیں حالات دریافت کیئے اور اخبارات۔ نوٹ اور فوٹو شائع کر رہے ہیں۔

۱۱ ستمبر کا مکتوب

کل (۹ ستمبر) میں نے پہلی دفعہ انگریزی میں لیکچر پڑھا (ویسٹ اینڈ ایسٹ یونین کے اجلاس منعقدہ گلڈ ہوس میں) لوگ کہتے ہیں کہ لہجہ اچھا تھا۔ بہرحال لوگ سمجھ گئے۔ میں اب انگریزی میں خود ہی گفتگو کرتا ہوں۔ ترجمان نہیں رکھتا۔ واقف لوگ کہتے ہیں۔ کہ جسقدر مضامین میری آمد پر لکھے گئے ہیں۔ اور جسطرح پریس نے متواتر توجہ کی ہے اس طرح کبھی کسی کی آمد پر نہیں ہوا۔ ایک بنگالی صاحب جو یہاں بہت بارسوخ ہیں۔ اور بڑے بڑے لارڈوں اور شہزادوں

سی بھی ان کے تعلق ہیں۔ وہ بھی کہتے تھے۔ کہ آپ لوگوں کی طرف لوگ بہت متوجہ ہیں۔ یہ غیر معمولی کامیابی ہے۔ اب لوگ درخواستیں کرکر کے خود ملنے کے لئے آتے ہیں کئی ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کو خواجہ والا مسلمان بنایا جائے تو فوراً ہو جائیں۔ پُرانے نو مسلموں میں بھی تحریک ہونے لگ گئی ہے۔ اور مختلف تقریبوں پر آنے لگے ہیں۔"

۱۷۔ ستمبر کا تار | (۱) ۱۴ ستمبر پورٹ سمتھ میں دو لیکچروں کا انتظام کیا گیا۔ جس میں ایک مسیح کی آمد ثانی کے متعلق تھا جو ماسٹر محمد الدین صاحب بی اے مبلغ امریکہ نے دیا دوسرا آسمانی پیغام کے مضمون میں (خلیفۃ المسیح) نے بذات خود پڑھا۔ ہال جس میں کہ لیکچر ہوا۔ چھوٹا تھا جو آخری سیٹ تک بھرا ہوا تھا۔

(۲) پورٹ سمتھ میں میں نے احمدیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت پائی۔ جو دینی تعلیم کے لئے حقیقی تڑپ رکھتی ہے باوجود اسکے کہ ان کی طرف تین سال سے کوئی توجہ نہیں کی گئی وہ اب بھی دوسروں کو اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں انہوں نے یقین دلایا کہ اگر ان کے پاس کوئی اسلامی تعلیم سکھانیوالا بھیجا جائے تو وہ خوشی سے دینی تعلیم حاصل کرینگے اور دوسروں کو تبلیغ بھی کرینگے۔ خواہ انہیں اسکی وجہ سے تکالیف اُٹھانی پڑیں۔ یونیورسل چرچ کا پادری جس نے لیکچروں کیلئے دعوت دی تھی۔ ہمیشہ مسیح موعودؑ کا عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کے ساتھ بطور مصلحین زمانہ ذکر کیا کرتا ہے۔ اگرچہ اسکے خیالات زیادہ واضح نہیں ہیں۔ تاہم اس کا طرز اور سلوک ہمارے لئے ہمدردانہ فضا پیدا کر رہا ہے۔

۱۸۔ ستمبر کا تار | ایک جلسہ جو انگریزوں اور ہندوستانیوں پر مشتمل تھا۔ لنڈن میں نعمت اللہ خان کے کابل میں سنگسار کیئے جانے کے متعلق منعقد ہوا۔

۱۷۔ ستمبر کا مکتوب | السلام علیکم۔ الحمد للہ! کہ انگلستان میں بھی اللہ تعالیٰ کامیابی دے رہا ہے۔ بعض ایسے لوگ جن کا اثر ہزاروں لوگوں پر ہے۔ اور ملک میں ان کی عزت ہے۔ سلسلہ سے دلچسپی لے رہے ہیں۔ اس رنگ میں نہیں کہ اسلام لائیں۔ بلکہ اس رنگ میں کہ یہ سلسلہ بھی ایک مذہب ہے۔ اور اس امر کا حقدار ہے۔ کہ اسکی طرف توجہ کیجائے۔ انگلستان میں سب سے پہلا مقام یہی ہے۔ آج رات کو شہید کابل کے واقعہ کے متعلق جلسہ اظہار نفرت تھا۔ انگلستان کا ایک بہت مشہور عالم ڈاکٹر ولش اس کا پریزیڈنٹ تھا۔ میری تقریر کے بعد جو اس نے ریمارک کیئے۔ ایسے زوردار تھے۔ کہ ایک احمدی اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس نے کہا کہ یہ سلسلہ ضرور پھیل کر رہیگا۔ اور میں اسکی روحانی طاقت پر حیران ہوں۔ آئندہ وہ دن آئیگا جب یہ سب دنیا میں پھیل کر اسکی آئندہ نسل اپنے آباء کی قربانیوں کو فخر سے دیکھیگی۔ امن کی تعلیم جسے دنیا زبان سے بیان کرتی ہے۔ انہوں نے اس کو عمل سے ثابت کر دیا ہے۔ عبد اللطیف کی شہادت ایک بیج تھا جسے نعمت اللہ خان نے پانی دیا ہے۔ یہ پودا ضرور بڑھ کر رہیگا۔ اور کوئی دنیا کی طاقت اسکو روک نہیں سکتی۔ ایک اور بڑے پادری نے کہا کہ یقیناً یہ سلسلہ الہامی ہے۔ ایک دوسرے نے کہا۔ انکی قربانیاں بالکل ابتدائی مسیحیوں سے مشابہ ہیں۔ اور ہمیں انکی ہر طرح مدد کرنی چاہیئے۔ اور انکی عزت کرنی چاہیئے۔ خواجہ کے لڑکے نے فساد کرنا چاہا۔

مگر پریزیڈنٹ نے ہوشیاری سے اسکے فتنہ کو دبایا۔ اور دوسرے لوگ جن میں سے اکثر انگریز تھے۔ جوش میں آگئے۔ بعض انگریز جنکو اس نے شروع میں ورغلانا چاہا تھا۔ وہ بھی ہمارے ہی ساتھ ہوگئے۔ غرض اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب طرف سلسلہ کی ہیبت قائم ہو رہی ہے۔ اور اب لوگ اسے ایک معمولی جماعت نہیں سمجھتے۔ بلکہ ایک دنیا کو کھا جانیوالی جماعت سمجھتے ہیں۔

۱۸ ستمبر کا مکتوب خاکسار کے نام

مکرمی قاضی صاحب۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ الحمدللہ کہ سلسلہ کی عظمت یہاں ایسے رنگ میں قائم ہونے لگ گئی ہے ×× کل ایک جلسہ شہید مرحوم کے واقعہ کے متعلق پروٹسٹ کے لئے تھا ×× پریزیڈنٹ انگلستان کا ایک مشہور اور بارسوخ آدمی تھا جو تمام آزاد گرجوں کا افسر ہے ان لاکھوں آدمیوں کا لیڈر ہے ×× رات کا یہ جلسہ نہایت کامیاب ہوا۔ نہ صرف یہ کہ لوگ انگلستان کے لحاظ سے بہت زیادہ تھے بلکہ بڑے بڑے لوگ تھے۔ اور وہ صرف معمولی طور پر شامل نہیں ہوئے بلکہ بڑے زور سے انہوں نے حصہ لیا اور لیکچراروں نے سلسلہ کی اسقدر تعریف کی۔ کہ اسکی امید نہیں کی جا سکتی تھی یہاں تک کہا کہ یہ سلسلہ یقیناً خدا تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوتا ہے اور ضرور دنیا کو فتح کرکے رہیگا جیسا کہ ان کی نسلیں اپنے آباء کے کارنامے پڑھ کر فخر کیا کرینگی اور حکومتیں ان کے قبضے میں ہونگی اور کوئی ان کو دکھ نہ دے سکیگا۔ الحمدللہ کہ یہاں ایک مخلص احمدیوں کی جماعت ملی ہے پانچ مرد و زن ہیں مگر بہت مخلص انہوں نے احمدیت کی خاطر تکالیف بھی اٹھائی ہیں اور اسلام کو سیکھنا چاہتے ہیں اور بڑے زور سے تبلیغ کرتے رہتے ہیں اس جگہ اور بھی بڑی ترقی کی امید ہے انشاء اللہ (خاکسار مرزا محمود احمد)

۲۲ ستمبر پادینیر الہ آباد کی لنڈنی چٹھی

ویمبلی نمائش گاہ کی وجہ سے جو اصحاب اس ملک میں آئے ہوئے ہیں ان میں سب سے بڑھ کر قابل تعریف اور لائق توجہ خلیفۃ المسیح ہیں جو اسلام کی جماعت احمدیہ کے امام ہیں اور آج کل جن کی طرف اخبارات کی بہت زیادہ توجہ مبذول ہے (خاص نامہ نگار مقیم لنڈن)

مذہبی کانفرنس میں ہمارا مضمون بالا رہا

۲۴ ستمبر کا تار

"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ کل (۲۳ ستمبر) ہمارا مضمون غیر متوقع کامیابی کے ساتھ پڑھا گیا۔ گو ہمارا مضمون اس دن وقت کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر تھا۔ اور اس ملک کے لوگ زیادہ دیر بیٹھے رہنے کے عادی نہیں ہوتے تاہم حاضرین آخر وقت تک جمے بیٹھے رہے۔ بلکہ خاص ہمارے مضمون کو سننے کے لئے مضمون کے شروع ہونے کے وقت اور بھی بہت سے لوگ آگئے۔ حتیٰ کہ ہال بالکل بھر گیا۔ کسی اور وقت میں حاضرین کی تعداد اتنی زیادہ نہیں ہوئی تھی۔ حاضرین مضمون کی طرف اتنے متوجہ تھے۔ کہ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ تمام حاضرین گویا احمدی ہیں سب لوگ ایک محویت کے عالم میں اخیر تک بیٹھے رہے جب مضمون میں اسلام کے متعلق ایسی بات بیان کی جاتی تھی۔ جو انکے لئے نئی ہوتی۔ تو

کئی لوگ خوشی سے اُچھل پڑتے۔ غلامی۔ سُود۔ اور تعدادِ ازدواج وغیرہ مسائل کو نہایت واضح طور پر بیان کیا گیا تھا۔ اس حصۂ مضمون کو بھی نہ صرف مردوں نے بلکہ عورتوں نے بھی نہایت شوق اور خوشی سے سُنا۔ اور لیکچر ختم ہُوا۔ تو لوگوں نے اس گرم جوشی کے ساتھ اور اتنی دیر تک چیرز دیئے۔ کہ پریزیڈنٹ کو اپنے ریمارکس کے لئے چند منٹ تک انتظار کرنا پڑا۔ پریزیڈنٹ نے سامعین کی طرف سے اور خود اپنی طرف سے حضرت صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ کہ نہایت خوبی کے ساتھ مذہبی حقائق کو بیان کیا گیا ہے۔ پریزیڈنٹ سر تھیوڈور ماریسن نے اپنی تقریر کے خاتمہ پر حضرت صاحب کو اس عظیم الشان کامیابی پر مبارکباد دی۔ اور کہا۔ کہ کیا آپ کا لنڈن میں تشریف لانا مفید اور نتیجہ خیز ثابت نہیں ہُوا؟ کئی لوگ وفد کے ممبروں کے اردگرد جمع ہو گئے اور مبارکباد دی ؛

ڈاکٹر والش نے جو ذی چرچ کے ہیڈ ہیں۔ بیان کیا۔ کہ میں بہت ہی خوش قسمت تھا۔ کہ مجھے لیکچر سُننے کا موقع ملا۔ ایک پروفیسر آف لاء نے بیان کیا کہ جب وہ مضمون سُن رہا تھا۔ تو یہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ دن گویا احمدیت کے لئے ایک نئے دور کا آغاز کرنے والا دن ہے۔ اسنے کہا۔ کہ اگر آپ لوگ کسی اور طریق سے ہزاروں ہزار روپیہ بھی خرچ کرتے۔ تو اتنی بڑی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ اس نے یہ بھی بیان کیا۔ کہ میرے پاس ایک معزز صاحب بیٹھے تھے۔ جو کہ خوشی سے اپنی کرسی پر اچھل اچھل پڑتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ کیا ہی نادر اور سچے خیالات بیان کیئے گئے ہیں۔ ایسے اعلیٰ خیالات روز روز سُننے میں نہیں آتے ؛

خدا تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ اس سفر کے نتیجہ میں اتنے لوگوں کو احمدیت کا پیغام پہنچ گیا۔ ایک معزز آدمی بیان کرتے تھے کہ آپ کے آنے سے پہلے کوئی نہیں جانتا تھا۔ کہ احمدیت کیا ہے۔ لیکن آج ہر مرد اور ہر عورت کی زبان پر احمدیت کا تذکرہ ہے ؛

۸۔ اکتوبر کا تار لنڈن کے مختلف حصوں میں دوست بڑی کامیابی کے ساتھ لیکچر دے رہے ہیں اور اسکے بعد مفصلات میں بھی لیکچر دیئے جانے کو ہیں ذی اثر لوگوں سے ملاقاتوں کا انتظام دوستوں نے کیا ہے۔ لارڈ ہیلڈین لارڈ چانسلر اور بعض دیگر معززین سے پہلے ہی ملاقاتیں کی جا چکی ہیں۔ یہ ملاقاتیں بہت مفید ثابت ہوئی ہیں ؛

۱۶۔ اکتوبر کا تار ۱۹ تاریخ مسجد احمدیہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا جن مقاصد کیلئے خدا تعالیٰ نے مجھے ان ممالک میں بھیجا ہے انمیں سے ایک لنڈن میں مسجد کی بنیاد رکھنا بھی ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے دو دُور یورپین ممالک میں جماعتہائے احمدیہ پیدا ہو گئی ہیں ان میں سے ایک ہالینڈ ہے اور دوسرا بلجیم ؛

۱۸۔ اکتوبر کا تار ۲۴۔ اکتوبر لنڈن سے روانگی ہو گی۔ چوہدری فتح محمد صاحب مولوی رحیم بخش صاحب یہاں رہینگے ماسٹر عبدالرحیم صاحب نیر ہمارے ساتھ واپس آئینگے ؛

گاندھی جی کا اصلی فوٹو

"ڈاکٹر پہچھے نے نہایت صداقت و صفائی سے گاندھی جی کا اصلی فوٹو دکھایا ہے۔ امید ہے ہمارے کلمہ گو

بھائی بھی غور فرمائینگے۔ اسلام کی اس سے بڑھ کر کیا ہتک ہوسکتی ہے کہ اسکی نسبت یہ خیال کیا جائے کہ وہ کوئی ایسا آدمی نہیں پیدا کر سکتا جو مسلمانوں کی رہنمائی کر سکے۔"

ہم مہاتما گاندھی کی چند سالوں کی لیڈری کی تاریخ پر ایک منٹ کے لئے نظر دوڑانا چاہتے ہیں۔ یہ تاریخ عجیب ہی نوعیت رکھتی ہے۔ جنگ یورپ کے دوران میں مہاتما گاندھی نے بھرتی اور فوجی امداد کیلئے اپنے تئیں وقف کر دیا تھا۔ مہاتما گاندھی کو بھرتی کے معاملہ میں جو ناکامی ہوئی تھی۔ وہ تمام لوگوں پر عیاں ہے۔

رولٹ بل ابھی لیجس لیٹو اسمبلی میں زیر بحث ہی تھا۔ کہ مہاتما گاندھی نے اس بل کے خلاف شور و شر برپا کر دیا۔ کہ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جلیانوالہ کا خونی نظارہ پیش ہوا۔ پنجاب میں بدامنی پھیل گئی۔ اور گجرات بھی اس قسم کے واقعات سے خالی نہ رہ سکا۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ بھی غالباً اسی وقت پاس ہوا تھا۔ مہاتما گاندھی نے اصلاحات کے خلاف مطلق صدا احتجاج بلند نہ کی۔ لیکن جب اس نے دیکھا۔ کہ ہنٹر کمیٹی کی رپورٹ کے متعلق گورنمنٹ نے کسی قسم کی کاروائی نہیں کی۔ تو عدم تعاون کی جنگ شروع کر دی۔

خلافت کا معاملہ:۔ مسلمانوں کی حمایت اور امداد حاصل کرنے کیلئے خلافت کے سوال کو بھی اپنی جنگ ترک موالات کے ساتھ ہی شامل کر لیا۔ مہاتما گاندھی نے تمام ہندوستانیوں کو یہ سکھا دیا۔ کہ ہزاروں جلسہ گاہوں سے یہ آواز بلند کرو۔ کہ خلافت ہمیں اپنی آزادی سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ اور مہاتما جی یہ کہا کرتے تھے۔ کہ وہ خلافت کے بغیر ہندوستان کیلئے ہوم رول منظور نہیں کرینگے۔ مہاتما گاندھی نے عدالتوں اور سکولوں کے بائیکاٹ کیلئے کوشش کی۔ مگر اس بائیکاٹ کا اثر بہت تھوڑے وکلاء اور طلباء پر ہی پڑا۔

سول نافرمانی:۔ اس کے بعد مہاتما گاندھی نے پرنس آف ویلز کے بائیکاٹ پر زور دیا۔ اور بالآخر اُسے یہ تسلیم کرنا پڑا۔ کہ جس سوراجیہ کی شکل اس نے بمبئی میں نومبر ۱۹۲۱ء کو دکھائی دی تھی۔ وہ ایک ٹیڑھی کھیر تھی۔ چند دنوں کے بعد مہاتما گاندھی نے لوگوں کو سول نافرمانی کی جنگ کے لئے تیار کیا۔ لیکن چورا چوری کے واقعات نے تمام امیدیں خاک میں ملا دیں اور مہاتما جی کو اپنا کام بند کرنا پڑا۔ اب مہاتما جی نے اپنے نام نہاد تعمیری پروگرام کی تشریح کرنی شروع کر دی۔ اور اُس کے بہت سے چیلوں نے ملک میں اِدھر اُدھر چکر لگا کر لوگوں میں چرخہ کاتنے اور کھدر پہننے۔ اچھوت ادھار اور ہندو مسلم اتحاد کا شروع کر دیا۔

قیدی اور بعد میں:۔ تلک سوراجیہ فنڈ کے لئے بہت سا روپیہ جمع کیا گیا۔ جو اُن لوگوں کی جیبوں میں چلا گیا جو اپنے تئیں سوراجیہ بھگت کہتے تھے۔ مہاتما گاندھی دو سال تک جیل میں رہے۔ انکی غیر حاضری میں مہاتما جی کے پیرو کاروں نے آپس میں لڑنا شروع کر دیا۔ اور ایک دوسرے کے خلاف دل کھول کر فحش بیانی کا استعمال کیا۔ جب مہاتما جی جیل سے باہر آئے تو انہوں نے یہ چاہا کہ وہ ڈکٹیٹر کی پوزیشن کو حاصل کر لینگے۔ کیونکہ انکی علالت بعد رہائی

عـــہ اور خلافت فنڈ کا بیس لاکھ خلافت بھگتوں کے پاس۔

کے وقت لوگوں کی طرف سے جو اظہار عقیدت کیا گیا تھا۔ اُس سے مہاتما جی نے یہ خیال کر لیا تھا۔ کہ لوگوں کے دل میں ان کے لئے بہت جگہ ہے۔ لیکن احمد آباد میں مہاتما جی کو یہ معلوم ہو گیا۔ کہ یہ تمام باتیں صرف وہم ہی تھیں ؛

خلافت کا خاتمہ:۔ اس دوران میں خلافت جو مہاتما گاندھی کے سیاسیات کا ایک حصّہ تھی۔ اُس راستہ سے کوچ کر گئی۔ جس راستہ سے روم کی بڑی بڑی سلطنتوں نے کوچ کیا تھا اور وہ لوگ جو اس خلافت کو اپنی زندگی سے بھی عزیز سمجھتے تھے۔ وہ بھی اس سے کنارہ کش ہو گئے۔ مہاتما گاندھی نے ترک موالات اور بائیکاٹ کو بالائے طاق رکھ دیا ؛

کانگرس اور چرخہ:۔ مہاتما گاندھی چاہتے ہیں۔ کہ کانگرس جس کا مقصد یہ ہے۔ کہ جائز طریقہ سے سوراجیہ حاصل کیا جائے اسے صرف چرخہ چلانے والی اور سُوت کاتنے والی سوسائٹی کی شکل دیدی جائے اور ملک کی تمام پارٹیاں اس قسم کے پروگرام کی پیروی کرنا شروع کر دیں ؛

ہم کس کی عزّت کر سکتے ہیں:۔ ان مندرجہ بالا باتوں کے بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اُس آدمی کی لیڈر شپ کو ظاہر کر دیا جائے۔ جسکے متعلق ہمیں یہ کہا جاتا ہے۔ کہ ہم اپنے اصولوں اور پالیسیوں کو قربان کر دیں ؛

اس میں کلام نہیں۔ کہ ہم ایک ایسے آدمی کی عزّت کر سکتے ہیں۔ کہ جس کا اخلاق بڑا اچھا ہو۔ جس نے بہت قربانیاں کی ہوں اور وہ فرشتہ خصلت ہو۔ لیکن ہمیں ایک ایسے سیاسی رہنما کی ضرورت ہے۔ کہ جس کی پالیسی قبول عام ہو۔ اور وہ جو کام بھی کرے۔ نتائج کو پیش نظر رکھ کر کرے۔ اور اپنے ارادہ میں مستحکم ہو۔ مگر ہمارا لیڈر ایک ایسا لیڈر ہے۔ جو ایک دانشمندانہ سیاسی پالیسی کی ہمارے سامنے تشریح نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی وہ اُس پالیسی پر مردانگی سے قائم رہ سکتا ہے۔ جس کی رہنمائی وہ کر رہا ہے۔ ہمارا لیڈر انسانی طاقت اور کمزوریوں سے بالکل ناواقف ہے۔ اور ناخوشگوار معاملات و جھگڑوں پر روتا اور فاقہ کشی کرنا شروع کر دیتا ہے۔ مَیں اپنی سیاسی سوشل اور اقتصادی ضمیر کی باگ ڈور ایسے لیڈر کے ہاتھوں میں دینے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ یہ جو دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ کہ مہاتما گاندھی برائے نام لیڈری چھوڑ دینگے۔ مَیں ان دھمکیوں کی کچھ بھی وقعت نہیں سمجھتا ہوں ؛

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے





فصلی بخار و طحال کی دوا

فصلی بخار اور طحال کیلئے یہ ایک ہی دوا ہے

آج کل سینکڑوں اشتہار فصلی بخار و طحال کی دوا کا آپ دیکھتے ہونگے۔ مگر ان میں عموماً کونین جزو رہتی ہے اس لئے یہ دوائیں بخار کو کچھ وقت تک تو روک دیتی ہیں مگر جڑ سے آرام نہیں کر سکتی ہیں ایسے بخار کے لئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار و طحال کی دوا چند روز میں ایکدم آرام کرنیکا خاص دعویٰ رکھتی ہے۔ اور عوام کے فائدہ کو مدِّ نظر رکھ کر قیمت بھی بہت ہی کم رکھی گئی ہے۔ اس میں تین خاص صفتیں ہیں۔ (۱) یہ ملیریا کے کیڑوں کو مار دیتی ہے۔ اس لئے چار پانچ ہی خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے۔ اور اس کے خرابیوں کو مٹاتی ہے (۳) یہ طحال کو گلاتی ہے۔ قیمت فی شیشی کلاں عہ شیشی خورد ۱۰ ار محصولڈاک شیشی کلاں ۸ ر اور خورد ۷ ر۔

پرانے ملیریا بخار کی گولیاں

لرزہ بخار پرانا ہو جانے پر باری سے نہ آکر دن رات تھوڑا بہت چڑھا رہتا ہے جسم کا خون پانی سا ہو جاتا ہے۔ اور آدمی کا رنگ پھیکا میلا ہو جاتا ہے۔ تھوڑی محنت سے کلیجہ کانپنے لگتا ہے۔ سانس پھولتی ہے۔ کھانے کی خواہش اور قوت بہت ہی گھٹ جاتی ہے۔ تلی کے بڑھنے سے پیٹ نکل آتا ہے۔ کبھی منہ اور ہاتھ پیروں میں ورم آجاتا ہے اور زندگی وبال ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں یہ گولیاں فائدہ کرتی ہیں۔ اور چار پانچ ہی خوراک میں بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے۔ قیمت پچیس گولیوں کی ڈبیہ ۱۰ ار محصولڈاک ایک سے دو ڈبیہ تک ۶ ر

کونین کی گولیاں

یہ چار گرین کی خوبصورت چھوٹی چھوٹی ٹکیاں کل میں بنتی ہیں اور سنہرے پیٹنٹ ڈبیہ میں ہوتی ہیں کونین کا استعمال کرنا ہو تو یہ گولیاں پاس رکھیئے اس میں نہ وزن کی ضرورت ہے نہ کھانے میں تلخ ہے قیمت پچیس گولیوں کی ڈبیہ ۱۲ر - محصولڈاک ۶ ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تارا چند دت اسٹریٹ۔ کلکتہ